ماہنامہ

جلد: ۷ شمارہ: ۱۰ جولائی ۲۰۱۸ / شوال ۱۴۳۹ھ

اہل السنۃ

AHL US SUNNAH

اتباع الکتاب والسنۃ بفہم سلف الأمۃ

- وقت کی اہمیت۔۔۔میچ۔۔۔اور ہم
- طلاق کا صحیح طریقہ ہی مسائل کا حل ہے۔
- ملت اسلامیہ ہند کی دینی صحافت اور...
- فتویٰ بازی..ایک لمحہ ءفکریہ

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبدالکریم مدنی مدیر: عبدالشکور عبدالحق مدنی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ۔ رضی اللہ عنہ۔ قَالَ:

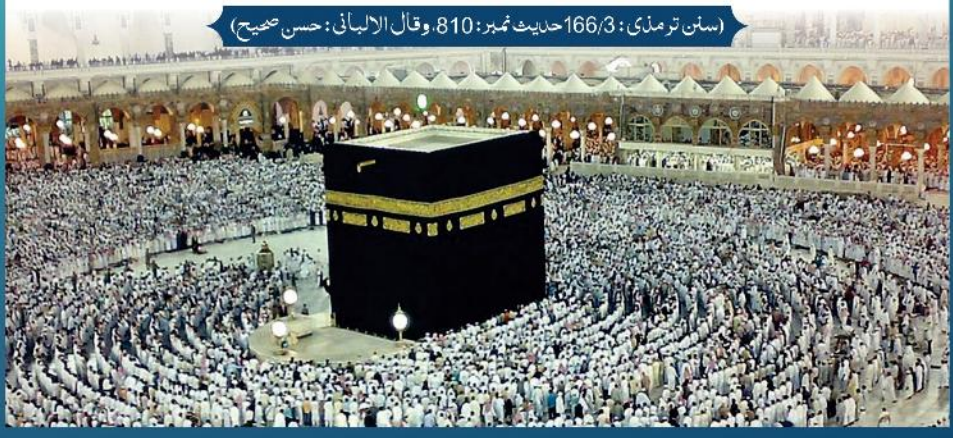
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔:

تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ
كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالفِضَّةِ،
وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ المَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الجَنَّةُ»

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”حج اور عمرہ بار بار ادا کرو اس لیے کہ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو مٹا دیتی ہے اور حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہے“۔

(سنن ترمذی: 166/3 حدیث نمبر: 810، وقال الالبانی: حسن صحیح)



AHL US SUNNAH Volume No.7, Issue No.80, July 2018

جلد: ۷ | فی شمارہ Rs. 30/-
شمارہ: ۸۰ | سالانہ Rs. 300/-

جولائی ۲۰۱۸ء

ماہنامہ

اہل السنۃ ممبئی

مدیر اعلیٰ : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مدیر : عبدالشکور عبدالحق مدنی | معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی، حافظ اکبر علی سلفی

نائب مدیر : کفایت اللہ سنابلی | فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی

گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

- شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی
- دکتور عبید الرحمٰن مدنی
- شیخ نورالحسن مدنی
- شیخ محمد جعفر الہندی

میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر:

022-26500400 / 8291063765

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnaa@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

اداریہ	وقت کی اہمیت۔۔۔میچ۔۔۔اور ہم	عبدالشکور عبدالحق مدنی	05
بحث ونظر	طلاق کا صحیح طریقہ ہی مسائل کا حل ہے۔	شعبان بیدآر	07
فکر ونظر	ملت اسلامیہ ہند کی دینی صحافت اور اس کی ترجیحات	رفیق احمد رئیس سلفی	13
آداب فتویٰ	فتویٰ بازی..ایک لمحہ ٔفکریہ	جمیل احمد ضمیر	20
اصلاح معاشرہ	نوجوانوں کا بگاڑ، اسباب وعلاج	رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی	22
تحقیق وتخریج	”أَشْهَدُ أَنَّ لا إِلَهَ إِلا اللهَ.....“ تحقیق کے میزان پر	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	29
یادرفتگاں	آہ مولانا عبدالوہاب خلجی !	سہیل انجم	39
فقہ وفتاویٰ	متفرق مسائل	دکتور فضل الرحمٰن المدنی	45

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

وقت کی اہمیت۔۔۔میچ۔۔۔اور ہم

عبدالشکور عبدالحق مدنی

اس کرۂ ارضی پر انسان کا وجود پذیر ہونا بامقصد ہے وہ یونہی بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا اور وہ اپنے تمام اعمال کا جوابدہ بھی ہے اس سے اسکی تمام حرکات وسکنات کی بابت باز پرس ہوگی۔ اسکی حیات مستعار کا ایک اہم مطمح اس ذات کی پرستش ہے جس نے اسے وجود بخشا، جو ذات اسکی روزی رسا اور اسکی کارساز ہے۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾(الذاریات:۵۶) ترجمہ:''میں نے انسان وجن کو صرف اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت بجالائیں''۔

انسان کا فرض منصبی ہے کہ اس دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے بہترین کام انجام دے وہ کرے جو اسکے لئے اِس عالم فانی اور اُس عالم جاودانی میں نفع بخش ہو اور ایسے کارہائے خیر اس کے ہاتھ انجام پائیں جو نہ صرف بنی نوع انسانی بلکہ تمام تر مخلوقات الٰہی کے واسطے سودمند ہوں۔فرمایا گیا:﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ (الملک:۲) ''جس نے موت وزیست کو وجود بخشا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون از روئے عمل سب سے بہتر ہے اور وہ طاقتور، بہت بخشنے والا ہے''۔

عبادات اور کار خیر کے انجام اور دنیا میں کارناموں کی تاریخ رقم کرنے کے لئے دیگر امور کے ساتھ وقت ایک اہم عنصر ہے جس میں یہ کارہائے نمایاں وجود پاتے ہیں۔ بامقصد زندگی گزارنے اور دنیا وآخرت کی کامرانی کی بنیادی شرط ہے وقت کا صحیح استعمال، اور اس کا عدم ضیاع۔اسی لئے اسلام میں وقت کو بڑا مقام دیا گیا ہے اور اسے یوں ہی بیکار گزارنے اور رائیگاں کرنے سے روکا گیا ہے۔اور اسے نعمت سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:'' نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ:الصِّحَّةُ وَالفَرَاغُ''۔(صحیح البخاری: ۶۴۱۲) ''دو نعمتیں ایسی ہیں جنکا صحیح استعمال اکثر لوگ نہیں کر پاتے، تندرستی اور فارغ البالی''۔شریعت نے اہل اسلام کو جا بجا ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے اوقات کا صحیح استعمال کریں اور اسے لایعنی ولغو اور حرام کاموں میں ضائع نہ کریں کیوں کہ زندگی کے ایک ایک لمحے کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ چنانچہ رسول رحمت ﷺ نے فرمایا:''اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ :شَبَابَكَ قَبْلَ هِرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ''۔(المستدرک علی الصحیحین للحاکم(۴/۳۴۱)رقم الحدیث :۷۸۴۶، وصححہ الالبانی)''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، جوانی بڑھاپے سے پہلے، تندرستی بیماری سے پہلے، مالداری محتاجگی سے پہلے، فراغت مصروفیت سے پہلے، اور زندگی موت سے پہلے''۔اسی طرح وقت کی قدر و قیمت کو اجاگر کرتے ہوئے اور اسکی حفاظت کی تعلیم دیتے ہوئے حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ابْنَ آدَمَ إِنَّمَا أَنْتَ أَيَّامٌ وَكُلَّمَا ذَهَبَ يَوْمٌ ذَهَبَ بَعْضُكَ''۔ (الزهد لأحمد بن حنبل :ص : ۲۲۵ ، رقم:۱۵۸۶) ''اے ابن آدم گویا تو شب وروز ہے کہ جب تیری زندگی کا ایک روز گزرتا ہے تیرے وجود کا ایک حصہ گم ہوجاتا ہے''۔

ایک طرف شریعت کی تعلیمات عام انسانوں اور بطور خاص اہل اسلام کو بامقصد گزارنے اور وقت کے بہتر استعمال کی رہنمائی کرتی ہیں دوسری طرف ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے قیمتی اوقات بے دریغ برباد کرتے ہیں اور فی زمانہ ہم جن امور میں لگ کر اپنے اوقات کو رائیگاں کر رہے ہیں ان میں ایک فتنہ کھیل کا فتنہ بھی ہے، اور یہاں ہماری گفتگو مفید ومباح کھیل کھیلنے پر نہیں ہے بلکہ کھیلوں کے مشاہدے میں اپنے اوقات کو ضائع کرنے کے بارے میں ہے۔نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج ہماری قوم کی ایک بڑی تعداد دن و رات بیٹھ کر ان کھیلوں کا مشاہدہ کرتی ہے جس سے انہیں دین و دنیا کا کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں کیا ہماری زندگی اتنی بے مقصد ہوگئی ہے کہ ہم اپنی

زندگی کے یہ بیش بہا لمحات یوں ہی ضائع کریں؟ ان کھیلوں کے مشاہدے کا صرف یہی ضرر رساں پہلو نہیں ہے کہ ہمارا وقت برباد ہو رہا ہے بلکہ انکی وجہ سے لوگوں کی جماعتیں بلکہ بسا اوقات نمازیں چھوٹ رہی ہیں، جو اوقات تلاوت قرآن، ذکر و دعا اور پھر مفید دنیاوی امور میں صرف ہونے چاہیے تھے وہ ان کھیلوں پر تالی بجانے کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔

دیگر شرعی قباحتوں کی بات کی جائے تو آج ان کھیلوں میں جو تام جھام کئے جاتے ہیں ان میں میوزک بھی ہوتا ہے جسکا سننا شریعت میں ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ، وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ، يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيهِمْ -يَعْنِي الفَقِيرُ- لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ، وَيَضَعُ العَلَمَ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ"۔(صحيح البخاری: ۵۵۹۰) "میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح وشام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا پہاڑ کو (ان پر) گرا دے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کر دے گا"۔

اسی طرح شاید ہی کوئی کھیل ہو جس میں نیم عریاں عورتیں اسے دیکھنے یا بطور چیئر لیڈر شامل نہ ہوتی ہوں اس لئے اس ناحیے سے بھی ان کھیلوں کا مشاہدہ ناروا اور حرام ہوسکتا ہے کیوں کہ قرآن کی نہایت واضح ہدایت ہے کہ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَالِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ،وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (النور: ۳۰۔ ۳۱) "مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں"۔

ان کھیلوں کو علمائے کرام کی ایک جماعت نے قمار یعنی جوا قرار دیا ہے کیوں کہ اس میں ہار جیت ہوتی ہے اور جیتنے والے کو انعامات دئے جاتے ہیں، جو حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ،إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ (المائدة: ۹۰۔ ۹۱) "اے ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے"؟۔ چنانچہ سعودی کی دائمی افتاء کمیٹی نے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر کیا ہے: "فٹبال میچ جن میں نقد یا اس جیسی مالی چیزیں بطور انعامات رکھی جاتی ہیں حرام ہیں، کیوں کہ یہ جوا ہے، کیوں کہ جیت کے بدلے میں کوئی عوض لینا انہیں چیزوں میں جائز ہے جسکی شریعت نے اجازت دی ہے یعنی گھوڑ سواری، اونٹ سواری یا تیر اندازی کے مقابلے، اس لئے جنہیں پتہ ہو کہ ان میچوں میں مالی انعامات دئے جاتے ہیں ان کے لئے ان میں بطور تماشائی شریک ہونا اور انکا ٹی وی وغیرہ پر دیکھنا بھی حرام ہے، کیوں کہ ان میں کسی بھی انداز میں شریک ہونا انہیں صحیح سمجھنا ہے، ہاں اگر یہ میچ بغیر عوض کے ہوں اور دینی واجبات جیسے نماز وغیرہ سے غافل نہ کریں، اور ان میں کوئی شرعی قباحت جیسے قابل ستر اعضاء کا عریاں کرنا، مرد وزن کا اختلاط، یا گانے بجانے کے آلات نہ ہوں تو اسے کھیلنے یا دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔(فتاوی اللجنة الدائمة: ۱، ۱۵/ ۲۳۹، رقم الفتوی: ۱۸۹۵۱)

اور ایک اہم بات یہ بھی اور جسے ہم سب دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں کہ ان کھیلوں نے ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو اس درجہ متاثر کیا ہے کہ انہوں نے ان کھلاڑیوں کو اپنا رول ماڈل بنالیا ہے اور وہ انکی ہر ادا جنون تک اپنانے کی کوشش کرتے ہیں انکی تصویروں سے اپنے کمروں کو سجاتے ہیں۔ اور ان سے اتنی محبت کرتے ہیں شاید جتنی محبت وہ اپنے قریب ترین لوگوں سے بھی نہیں کرتے۔ اور کھیلوں اور ٹیموں کے اس پاگل پن میں ایمانی ولاء و براء بھی بھول جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے حقیقی مقاصد کو سمجھنے اور انہیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بحث ونظر

طلاق کا صحیح طریقہ ہی مسائل کا حل ہے

شعبان بیدار

طلاق گھریلو معاشرے کی خرابیوں کو ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا اس طرح طلاق ایک ذریعہ ہے آپسی فساد کو فساد عظیم بننے سے روکنے کا۔ یعنی طلاق کو توڑ کا ذریعہ سمجھنا اور خالص ایک منفی زاویئے سے دیکھنا اور سمجھنا صحیح طرز فکر نہیں ہے۔ اتحاد واتفاق کی باقی ماندہ صورتیں بھی متاثر نہ ہوجائیں طلاق اسی اندیشے کو رفع کرتا ہے البتہ جوڑ کا یہ سسٹم جو فی الواقع محمود نہیں ہے اس وقت قابل قدر قرار دیا گیا ہے جب استواری کے دیگر ذرائع فیل ہو چکے ہوں۔

ہر چند کہ طلاق ایک گہرے رشتے کو توڑ دیتا ہے اور ٹوٹ پھوٹ کا خمیازہ کئی کئی نفسوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ایک ایسا تعلق جو الفت ومحبت کی پاکیزہ بنیادوں پر قائم ہوا تھا طلاق کا چھوٹا سا لفظ اس تعلق کو تار تار کر دیتا ہے اور حضرت شیطان پانی کے عرش پر مارے خوشی کے ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے۔ اس کے باوجود حقیقت سے آنکھ چرانا حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے کہ جب صبح کا سورج روشنی کے بجائے دوزخ کی تپش لے کے نمودار ہونے لگے اور شام کی سیاہی کاجل کی دل آویزی کے بجائے محض ایک منحوس اور وحشت ناک تاریکی کا اعلامیہ بن جائے۔ اولاد ماں باپ کے تنازعات سے ڈپریشن اور تنہائیوں کا شکار ہونے لگے اور ایک پورا کنبہ دو افراد کی ناہمواریوں کے کھڈ میں بار بار گر کر ٹیس میں مبتلا ہو۔ اسلام ایسی صورت حال کو قطعی پسند نہیں کرتا اور دو مشکلات میں سے ایک کم تر اور ہلکی مشکل کو قبول کر لینے کی راہ بتاتا ہے یعنی ایسے موقع کے لئے ہی شریعت نے طلاق کی تجویز رکھی ہے تاہم یہ تجویز آناً فاناً ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس تجویز کے کچھ قانونی اور ترغیبی پہلو ہیں جن پہ اگر کما حقہ عمل کیا جائے تو طلاق کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

اولاً شادی کے موقع پر ہی اسلام نے شادی کی ترجیحات کے ذریعہ بہت کچھ صاف کر دیا ہے اس کے باوجود اگر شادی کے بعد زوجین میں نا اتفاقی کی صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ جنم لیتا ہے تو اسلام کے نظام حقوق وفرائض اور عفو ودرگذر کی تعلیمات روشنی فراہم کرتی ہیں ان باتوں کے باوجود نا اتفاقی پیدا ہوجاتی ہے اور بڑھتی جارہی ہے تو اسلام نے اس کے لئے ایک مرتب اور خوبصورت ترغیبی نقشہ تجویز کیا ہے یہ نقشہ اتنا اہم اور معتبر ہے کہ قرآن پاک نے اپنے اجمالی طرز بیان سے الگ اس مسئلے کو قابل لحاظ تفصیلات کے ذریعہ واضح کیا ہے۔

﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وّ بما انفقوا من اموالھم فالصٰلحٰتُ قٰنٰتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ ، والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلاتبغوا علیھن سبیلاً ان اللہ کان علیا کبیرا ، وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا﴾

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں بہ حفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بددماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔ اور اگر تم کو ان دونوں (شوہر بیوی کے) بیچ اَن بن ہونے کا ڈر ہو تو ایک حَکَم شوہر کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں تو اللہ ان دونوں کو ملا دے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے''۔ (النساء:۳۴۔۳۵)

پہلی آیت میں اول اول مردوں کو احساس ذمہ داری پر ابھارا گیا ہے وہ یوں کہ بحیثیت ''قوام'' مرد گھر کا اصل ذمہ دار ہے اس لئے مرد اپنی ذمہ داری کا احساس ہر آن تازہ رکھے اور بحیثیت اصل ذمہ دار انسان کے اندر جو سوجھ بوجھ ہونی چاہئے اور جس انداز کا صبر وضبط نباہ کرنے کے لئے از بس ضروری ہے اسے پیش نگاہ رکھنا ہوگا۔

اس لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو طلاق اور طلاق سے پیدا شدہ فساد کی اصل ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ہماری معاشرتی زندگی اور دینی تصورات میں گھریلو فساد کی کل اور اصل ذمہ دار عورت کو قرار دیا جاتا ہے۔ ہر چند کہ ایک عورت کا گھریلو امن میں اصل اور بنیادی رول ہوتا ہے لیکن مرد کو اس ذمہ داری سے یکسر الگ کر دینا قرین انصاف ہرگز نہیں ہے۔

آیت میں جہاں ''قوام'' کہہ کر مردوں کو احساس دلایا گیا ہے وہیں یہ بات صاف صاف بتائی گئی ہے کہ مرد نے چونکہ مردانہ صبر وضبط کا مظاہرہ کیا ہے اس نے عورت کی حفاظت کا شرعی فریضہ انجام دیا ہے اس کے نان ونفقہ اور حسن معاشرت کی ذمہ داری اٹھائی ہے اس لئے عورتوں پر مردوں کا حق بنتا ہے کہ شوہروں کی فرمانبرداری کریں۔ شوہروں کی فرمانبرداری کی کیا نوعیت ہے اور یہ فرمانبرداری کس طور پر انجام دینی ہے اس کی تفصیلات جابہ جا حدیثوں میں خوبصورت انداز سے پیش کر دی گئی ہیں۔

چونکہ طبیعتیں یکساں نہیں ہوتیں اور بعض عورتیں اپنے مزاج اور عادات واطوار میں نامناسب رجحانات کی حامل ہوتی ہیں بلکہ ایک معیاری خاتون سے بھی نافرمانی اور گھریلو استحکام کو منتشر کر دینے والی چیزیں دانستہ ونادانستہ سرزد ہوسکتی ہیں اس لئے ایسے مخدوش مواقع کے لئے نصیحت کی ہدایت کی گئی ہے۔

نصیحت کا یہاں وہ مفہوم قطعاً نہیں ہے جو بدقسمتی سے ہماری گھریلو تہذیب کا اٹوٹ انگ بن چکا ہے۔ ناجائز ڈانٹ ڈپٹ، طعنہ زنی، طلاق کی دھمکی، خوفناک وارننگ، گالی گلوچ جیسی چیزیں آخر نصیحت کیونکر ہوسکتی ہیں یہ تو سراپا فضیحت ہیں جو عموماً گھر کے افراد ماں، بیٹے، نندیں وغیرہ فریضہ کے طور پر انجام دیتی رہتی ہیں **نصیحت فی الاصل ایک صحت مند عمل اور تندرست رویہ ہے جس میں انتہا درجے کی دردمندی اور اعلیٰ درجے کی ہوش مندی اور کمال کی حکمت موجود ہوتی ہے۔**

اس لئے کسی بگڑی عورت کو راہِ راست پر لانے کے لئے حد درجہ مخلصانہ طور طریق اپنائے جانے کی حاجت ہے اور تادیر ہر ممکن گوشے کو اچھی طرح آزمائے بغیر قرآنی نصیحت کا نسخہ بہر صورت مفید نہیں ہوسکتا۔ اس ضمن میں یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ گھر کے اندر شوہر کی بہنوں اور دیگر عورتوں کو بھی خود اپنے اخلاق وعادات پر ناقدانہ نگاہ ڈالنی ہوگی اور محاسبہ کرنا ہوگا بلکہ شوہر کو اپنی ذات کا احتساب بڑا ہی ضروری امر ہوگا۔ **ایسا بالکل**

نہیں ہونا چاہئے کہ گھر کا دینی اور اخلاقی معیار انتہائی پست اور عفونت زدہ ہو لیکن دینداری کا چرچا کرنے اور تہذیب کی شہرت جمانے کے لئے بیوی اور بہو سے کسی سنجوئے سجائے اور خوابوں میں پالے ہوئے معیار کا مطالبہ کرلیا جائے۔

اگر کوئی عورت تادیر سچی نصیحت اور زجروتوبیخ کے باوجود اپنی راہ صحیح نہیں کرتی تو ایک آخری چارۂ کار کے طور پر اس کے بستر سے الگ ہوجائے اس مرحلے میں ایک بگڑی ہوئی مگر شوہر سے محبت کرنے والی عورت بہرحال چونکے گی۔شوہر کا اس سے مسلسل بے تکلفانہ روابط کا بند کردینا اور حد یہ کہ بستر بھی الگ کردینا سوچنے کی چیزیں بن جائیں گی۔اس کے باوجود اگر عورت کے اندر سدھار پیدا نہ ہوسکے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ ایسی عورت جاہل،غیر تربیت یافتہ اور موٹے دماغ کی ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جس گھرانے اور جس معاشرے سے نکل کر آئی ہے وہ اکھڑ اور بَدْ وِی قسم کا ہو اس لئے مرد کو یہاں یہ اختیار دیا گیا کہ اسے تادیب کے لئے سزا بھی دے سکتا ہے یاد رہے مرد کی جانب سے یہ تادیب آخری تادیب ہوگی اور یہیں سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مرد کو اس موقع کے علاوہ شریعت نے مارنے کا کوئی اور موقع ہرگز نہیں دیا ہے اس کے برعکس اگر عورت مرد کے ہاتھوں آئے دن زدوکوب کا شکار ہو اور ماری پیٹی جائے۔ساس کی جھاڑو اور نندوں کی گالیوں سے ہر صبح وشام اس کی تواضع کی جائے تو اس قرآنی تادیب کی فی الواقع کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی اس لئے یہ بات یاد رکھی جائے کہ مردانہ غلبے کی ناروا ذہنیت خود مردانگی کے خلاف ہے اور گھریلو امن کو غارت کرنے والی ہے۔

ایک اور بات خاص طور پر ذہن نشین کرنے کی ہے کہ سزا اور تادیب ایسی نہ ہو کہ کسی قسم کا پائدار اثر چھوڑ جائے کیونکہ سزا کا مقصد سزا نہیں بلکہ دوا اور وفا ہے سزا کا اصل مقصود اصلاح ہے اور اصلاح وتعمیر کا یہ نسخہ موجب تخریب بن جائے تو نہ صرف یہ کہ آخرت کی عدالت میں مرد کو حساب دینا پڑے گا دنیا میں بھی اسلامی عدالت مرد سے محاسبہ کرے گی اور قرار واقعی تادیب کی مجاز ہوگی۔

مذکورہ بالا کاروائی ایک صبر آزما اور دیر پا عمل ہے ایسا بالکل نہیں ہے کہ ادھر آپ نے نصیحت فرمائی ادھر بیوی نے پلٹ کر جواب دے دیا،شام ہوئی نہیں کہ بستر الگ! اور صبح دم آپ چمتکار کے منتظر رہے کوئی جادوئی اثر نظر نہ آیا آپ مارنے کو دوڑ پڑے اور خاصا بوال اٹھ کھڑا ہوا جیسا کہ ہمارے جلد باز اور ناپختہ سماج کی عادت بھی ہے۔

بہرکیف اگر عورت ذکر کردہ تفصیلی تادیب کے بعد اپنا رویہ تبدیل کرنے کو مائل ہوجاتی ہے تو مرد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پیچھے کی تمام باتیں بھلادے اگر ماضی کی یادیں عذاب بن کر اس کے ذہن ودماغ پر مسلط رہیں گی تو مستقبل میں دوبارہ بحران پیدا ہوسکتا ہے۔

اللہ کے فرمان ﴿فلاتبغوا علیھن سبیلا﴾ کا یہی کچھ تقاضا ہے۔موقع بہ موقع عورت کو پچھلی غلطیاں یاد دلانا،کچوکے لگانا، عار دلانا قطعی غیر صحت مند رویہ ہے۔اگر عورت کا رویہ کسی طور اصلاح کی طرف مائل نہیں ہے صورت حال جوں کی توں قائم ہے یا بگڑتی جارہی ہے،اختلاف وانتشار کی آگ دو لوگوں کے بجائے دو خاندانوں کو بھی جلادینا چاہتی ہے تو اس کیفیت کے لئے شریعت نے ایک دوسرا نسخہ تجویز کررکھا ہے وہ یہ کہ میکہ اور سسرال یعنی مرد وزن دونوں کے خاندانوں سے دوسوجھ بوجھ والے انصاف پسند اور نیک طبع افراد کو جمع کیا جائے اور میاں بیوی کے اختلافات کی پوری نوعیت انہیں بتادی جائے تاکہ وہ لوگ صلح کا کوئی راستہ تلاش کرلیں۔ظاہر ہے یہ صلح تبھی ممکن ہوگی جب تمام لوگ صلح اور امن وآشتی میں دلچسپی لیں گے ہر کسی کی

خواہش یہ ہوگی کہ گھر اجڑنے نہ پائے۔ اگر اللہ نے دو لوگوں کو اپنی مشیت سے اکٹھا کیا ہے تو ہماری ہر حکمت اس امر پر صرف ہو کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز جدا نہ ہوں۔

یہیں سے یہ مسئلہ بھی از خود نکلتا ہے کہ فریقین کو غور وخوض کے بعد اگر صلح والی کوئی راہ نظر نہ آئے گی تو وہ طلاق اور جدائی کا فیصلہ بھی سنا سکتے ہیں اور ایسی صورت میں طلاق کا معاملہ بھی سنجیدگی سے انجام پائے گا یوں ایک بار پھر میاں بیوی کے مابین رفاقت کی صورتیں پیدا ہونے کا امکان تلاشا جانے لگے گا۔

چونکہ اب طلاق اور جدائی تک بات آ پہنچی اس لئے طلاق کے ان ممکنہ پہلوؤں پر بھی غور کیا جائے جہاں میاں بیوی کے دوبارہ مل جانے کا امکان ہے۔

طلاق کے حوالے سے یہ بات انتہائی بنیادی اور مرکزی حیثیت کی حامل ہے جسے ہر مسلمان کورٹ کر یاد کر لینا چاہئے اور بطور آموختہ دہراتے رہنا چاہئے کہ عورت ایک بار طلاق دینے کے بعد پورے طور پر جدا ہو سکتی ہے نہ تو کئی بار لفظ طلاق بولنے کی حاجت ہے اور نہ ہر ماہ طلاق دے کر تین مہینوں میں طلاق کی تینوں گنتیاں پوری کرنے کی ضرورت۔ یہ تو طلاق پر بے تکی بحثوں کی دین ہے کہ عوامی تصورات کا ڈھانچہ ہی الگ سا ہو گیا ہے ورنہ جدائی کے لئے محض ایک طلاق کافی ہے۔ طلاق کے بعد عورت تین حیض یا تین طہر شوہر کے گھر بطور عدت گزارے گی۔ واپسی اور صلح کی صورت اگر پیدا نہ ہوئی تو عورت یہ مدت پوری کرنے کے بعد شوہر کا گھر چھوڑ دے گی اس کا شوہر اور شوہر کے گھر سے کوئی واسطہ رہ جائیگا نہ تو کوئی قانونی حق۔ اس کی جہاں مرضی ہو اور وہ جب چاہے اپنی شادی کر یگی یا وہ بلا شادی زندگی گزارے گی ان سب باتوں سے شوہر کو ادنیٰ سا تعلق بھی نہ رہ جائیگا۔

طلاق کے اس طریقے میں فائدہ یہ ہے کہ عورت اگر سال دو سال جتنی بھی مدت اللہ مقدر کرے شادی نہیں کرتی۔ دنیا کے تجربات وحوادث سے اسے سبق مل جائے پھر وہ شوہر کے پاس واپس آنے کا ارادہ بنالے اور طلاق دینے والا شوہر بھی راضی ہو جائے تو نکاح جدید کے ذریعہ وہ پھر اپنے شوہر کے عقد میں آسکتی ہے۔ البتہ ایک طلاق کا اختیار ختم ہو جائے گا یعنی آئندہ اسے صرف دو طلاق کا اختیار ہوگا اس لئے زندگی کافی احتیاط سے گزارنی ہوگی۔

کیونکہ طلاق کی کوئی اور صورت قرآن وسنت کے بتائے ہوئے طریقوں سے متصادم ہے اور جو مصالح ومنافع اسلامی نظام طلاق میں مقصود ہیں ان کا ہر امکان غارت ہو جاتا ہے۔

رہے وہ اصحاب جو خواہ مخواہ کی موشگافیوں کے ذریعہ دین کو شیطان کی آنت بنانے کا فن فروغ دیتے ہیں انہیں چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور اپنے انداز فکر پر نظر ثانی کی زحمت گوارا فرمائیں۔

اگر فی الواقع استنباط واستدلال کی دنیا میں وقوع طلاق کی کوئی تیسری شکل بنتی بھی ہو تب بھی ہمارے مفتیان شرع متین کو ٹیبل کرسی اور گاؤ تکیوں کی دنیا سے نکل کر فقہ الواقع کی چلچلاتی دھوپ میں آ کے کھڑا ہونا چاہئے ان شاء اللہ وہ کشاکش کی کیفیت سے ضرور باہر آئیں گے۔ ایک ایسا اختلافی مسئلہ جو متفقہ طور پر ذلیل ہے نہ تو شرعی مصلحتوں پر کھرا اترتا ہے نہ قرآن و سنت کے مدلولات کا ساتھ دیتا ہے اور نہ انسانی معاشرے کے لئے سوائے نقصان اور بھیانک نقصان پہنچانے کے کچھ مفید ہی ہے اسے آپ اس حیثیت سے معرض بیان میں لاویں گویا وہی اصل مسئلہ اور حقیقی طریقہ ہو چہ معنی دارد؟

کیا فقہی طور پر آپ کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مرد و عورت ایجاب وقبول کر لیں گواہوں کی موجودگی میں شادی منعقد ہو گئی۔ بالکل آپ اسے صحیح مانتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ

خطبۂ مسنونہ یہ تقریب سعید مناسب پیمانے پر اعلان نکاح، ولی کی تعیین اور رضامندی سب کچھ کیوں ہے؟ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اول الذکر مسئلے کو آپ نے عوام میں بیان نہیں کیا ہے بلکہ ایک فقہی مسئلے کی حیثیت سے جانا اور پڑھا ہے اور خال خال اس قسم کا آپ فتویٰ دیتے ہیں اسی لئے عوامی تصورات میں افضل اور مکمل طور طریقوں نے جگہ بنالیا ہے۔ پھر مسائل طلاق میں ناک اونچی رکھنے کی نفسیات میں جینے کی وجہ؟ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ طلاق سے قبل کے معاملات کے بارے میں قرآنی تفصیلات اور حدیثی تشریحات میں جو کچھ موجود ہے اور پھر طلاق کے صحیح ترین اور فائدہ مند طریقوں پر جو کچھ رہنمائی دی گئی ہے نہ صرف معرض بیان میں لایا جائے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر لوگوں کے تصورات کا حصہ بنا دئے جانے کی ضرورت ہے۔ یہ ذمہ داری ان علماء کرام پر بطور خاص عائد ہوتی ہے جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ جو حضرات اپنے فہم نصوص اور علماء سابقین کے فتاؤں کی روشنی میں تین کو تین قرار دیتے ہیں ان کے حلقوں میں تاخیر کا جو گھریلو اور معاشرتی فائدہ ملنا چاہئے نہیں مل پاتا اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حلالہ کا حیلہ مجبوری بن جاتا ہے جو انصاف پسند اور غیرت مند محبین سنت علماء کرام کے نزدیک کسی بھی طرح درست نہیں ہے ۔

ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہمارے یہ علمائے کرام طلاق دینے کے سنی طریقے اس درجہ متعارف کراتے اور بدعی طریقے سے کچھ ایسا تنفر دلاتے کہ عوام کے ذہن ودماغ تین کے تین ہونے سے تقریباً نا آشنا ہی رہتے اور غیر شرعی طریق طلاق سے خوف کھاتے ان کا مزاج بدعی طریق طلاق سے ایسا گھن کھاتا جیسے عام مسلمان ''سور'' کہنے کے بجائے ''کالا جانور'' یا ''وہ'' کہہ کر کام چلاتا ہے۔

لیکن افسوس! اس سے کم درجے میں بھی ہم سے کچھ نہ ہوسکا ضد اور انا کے احساسات، ردعمل کا مزاج، قیل وقال، فتح و شکست کے ناروا تصورات نے ہمیں کچھ اس طرح اپنی گرفت میں لے لیا کہ آج عالمی میڈیا کو مسلم نظام طلاق کے حوالے سے اگر کوئی چھوٹی بڑی بات معلوم ہے تو وہ تین طلاق کا متنازعہ سسٹم ہے۔ **بڑی واضح سی بات ہے کہ میڈیا کو ایسی کیا پڑی ہے جو وہ قرآن وحدیث کھنگالے، واقعے اور حادثے میں تفریق کرے، نظام اور اتفاق کا امتیاز نوٹ کرے۔ ہمارے علماء کرام کی بحثا بحثی اور مسلم سماج کے اکثریتی رویے سے جو کچھ جانا اور اخذ کیا اسی کو دین اسلام بنادیا۔**

بات توجہ کرنے کی ہے۔ ہمارے علماء کرام دین اور مسلک کا جو جوہری فرق ہے اسے ملحوظ رکھیں۔ یہ تو نہیں کہا سکتا کہ تین ایک یا تین؟ کی بحث یک طرفہ ہے دونوں طرف سے بہت کچھ تلخ وشیریں لکھا جا چکا ہے جس طرح یہ فیصلہ نہیں ہوسکتا کہ انڈا پہلے ہے یا مرغی اسی طرح یہ بھی متعین کرنا محال ہے کہ موضوع کو ہنگامے کا موضوع اولاً کس نے بنایا؟ تاہم اس بحث کے نتائج و عواقب کو مقامی اور محدود تناظر میں دیکھنے کے بجائے عالمی اور وسیع پیمانے پر دیکھا گیا ہوتا یہ دین اور اہل دین کے لئے مفید تر ہوتا۔

خالص مسلکی اور مقامی بنیادوں پر ہی اگر کشادہ قلبی سے غور کرلیا جائے تو صورت واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک فیصلے میں بطور تعزیر مجلس کی تین طلاقوں کو نافذ قرار دے دیا تھا۔ جو حضرات ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں ان کا کہنا یہ ہے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ تعزیراً دیا تھا اس لئے یہ فیصلہ تعزیر کے درجے میں ہی رکھا جائے تعزیر کے بجائے مستقل قانون تسلیم کر لینے میں واضح نصوص کی مخالفت لازم آتی ہے جبکہ صحابہ کرام سے ایسا بعید اور

محال ہے۔

ہماری ناقص رائے میں اگر اس مسئلے کو زمانی اور مقامی پس منظر میں دیکھا جائے تو مطلع بہت کچھ صاف ہوجاتا ہے اول یہ کہ فاروق اعظم نے جہاں تین کو نافذ فرمایا تھا وہیں حلالہ کرنے والوں پر رجم کی سزا بھی تجویز فرمائی تھی ظاہر ہے جن مقامات میں حلالہ سے روکنے کی کوئی سبیل نہیں ہے ان مقامات میں تین کو بطور تعزیر بھی نافذ نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس مانع کے باوجود ایسا کیا جاتا ہے تو یہ فاروق اعظم کے فقہی رویے کی صحیح ترجمانی نہیں ہوگی ۔ ثانی یہ کہ فاروق اعظم نے تین کو نافذ کرکے حدیثِ رسول ﷺ کے معارض کچھ بھی انجام نہیں دیا تھا بلکہ قرآن و حدیث کے صحیح طریق طلاق کو فروغ دینے کے لئے یہ تعزیر جاری کی تھی اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تعزیرات کا دائرہ وسیع ہے تعزیری فیصلے مستقل قانون ہرگز نہیں ہوتے چونکہ لوگوں نے ایک مجلس میں تین طلاق دینا شروع کردیا تھا اور یہ طریقہ پیارے رسول ﷺ کی حدیثوں کے خلاف تھا اس لئے عظمتِ سنت کو محفوظ رکھنے کے لئے آنجناب نے مردوں کے حق میں سزا یہ جاری کیا کہ تین کو نافذ کردیا جائے یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کتاب وسنت کے نصوص میں کہیں تین کو نافذ قرار دیا گیا ہوتا تو آپ کا فیصلہ تحصیل حاصل ہوتا اس لئے ہمارے جو اصحاب بعض حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ حدیثیں کسی اور کی تو ہوسکتی ہیں پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں ہرگز نہیں ہیں۔

بات غور کرنے کی یہ ہے کہ اگر کسی زمان ومکان میں تعزیر فاروقی کی چوٹ الٹ جائے اور کل سزا عورتوں پر پڑنے لگے تو فاروقی مقصود حاصل نہ ہوگا کیونکہ عربوں میں مطلقہ اور بیوہ عورتوں کی شادی کا ایسا کچھ مسئلہ نہیں تھا جیسا برصغیر ہندو پاک میں ہے۔

ایک اور زاویۂ نگاہ یہ ہے کہ آج بھی فاروقی فیصلہ ''علیکم بسنۃ الخلفاء الراشدین'' کے مصداق محفوظ ہے وہ یوں کہ جن مقامات پر آپ کا فیصلہ مردوں کے حق میں واقعی تعزیر کی صورت بن جاتا ہو وہاں اسے نافذ قرار دینا چاہئے تاکہ لوگ سنت کو مذاق نہ بنا سکیں اور اگر ایسا نہ ہو تو بھی فیصلے کی روح یعنی تعزیر کی شکل بدلی جاسکتی ہے جس کے ذریعہ حدیث کو کھیل بنائے جانے سے روکنا ممکن ہو البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ فاروقی فیصلے کے لئے اسلامی حکومت کا وجود ہو اور حکومت کی طرف سے حلالہ پر رجم کی سزا بھی نافذ ہو الغرض کلی طور پر فاروق اعظم کے فیصلے کو خاص زمانے کا واقعہ قرار دینا درست نہیں ہے۔

لیکن ایسی کوئی تفہیم اختیار کرنے کے بجائے دو باتیں طرفین کی طرف سے بڑی شدت سے اٹھائی گئی ہیں ایک بات تو یہ کہ جو حضرات تین کو ایک تسلیم کرتے ہیں وہ لا مذہب ہیں وہ صحابۂ کرام کی عظمتوں کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہیں بدعتی کہتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ جو حضرات تین کو تین مانتے ہیں وہ گویا حدیث مصطفی کے منکر ہیں ہم یہاں ان دونوں آراء کا تجزیہ نہیں کرنا چاہتے ہم نے کہنا یہ ہے کہ طلاق کے موضوع پر قرآن پاک نے ہمیں جو تفصیلی اور غیر اجمالی ہدایت دی تھی اور رسول پاک نے جس مسئلے کو نکھار کر ہماری گھریلو پیچیدگیوں کا صحیح علاج تجویز کیا تھا وہ دب کر رہ گیا ہے بلکہ اس کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں چھیڑا جاتا اور امت نسبتاً ایک ثانوی مسئلے پر زمانے سے باہم دست وگریباں ہے۔ اس حوالے سے اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ طلاق کا شرعی نظام اگر اچھی طرح متعارف کرایا گیا ہوتا تو نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے تصورات الگ طرح کے ہوتے بلکہ غیر مسلم حضرات نے بھی اس نظام کو بحیثیت دین نہ سہی بحیثیت نظریہ اور سسٹم قبول کرلیا ہوتا۔

فکر ونظر

ملت اسلامیہ ہند کی دینی صحافت اور اس کی ترجیحات

رفیق احمد رئیس سلفی، علی گڑھ

دور حاضر میں الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے دل ودماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔اسی سے ذہن سازی کی جاتی ہے اور دوسروں کو اپنا ہم نوا اور ہم خیال بنایا جاتا ہے۔یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے مثبت اور تعمیری کام بھی لیا جاسکتا ہے اور اسی کو منفی اور تخریبی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔دنیا میں ہم دونوں طرح کے نمونے دیکھ رہے ہیں۔بڑی بڑی حکومتیں اپنے افکار ونظریات کی اشاعت کے لیے اس کو استعمال کرتی ہیں اور کمزور ممالک کو اپنے جھانسے میں لے کر ان کے وسائل کا استحصال کرتی ہیں۔جھوٹ اور پروپیگنڈے کی مہم بھی چلاتی ہیں اور غربت وجہالت میں ڈوبی قوموں کو آنکھیں بھی دکھاتی ہیں۔اسلام دشمن طاقتوں نے تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کے ذریعہ پوری مہم چھیڑ رکھی ہے اور مسلسل ان کی تصویر خراب کرنے میں مصروف ہیں۔ان حالات میں اگر دین رحمت کی صحیح اور سچی تصویر اسی میڈیا کے ذریعہ نہ پیش کی جائے تو بہت سے معصوم ذہن کئی طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہوجائیں گے اور ان کا رویہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے تئیں شیطان صفت لوگوں کی طرح ہوجائے گا۔

اپنی اسی ضرورت کے پیش نظر مسلم ممالک اور پوری دنیا میں موجود مسلم ادارے اور تنظیمیں اپنے محدود وسائل کے باوجود الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا استعمال کرتی ہیں اور اسے دعوت وتبلیغ کا ایک مفید اور کارآمد ذریعہ خیال کرتی ہیں۔اس سے کسی نہ کسی حد تک اسلام کا موقف واضح ہوتا ہے اور مسلمانوں کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔آج کے دور میں دینی صحافت کو دو محاذوں پر یکساں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ایک محاذ تو داخلی ہے اور دوسرا بیرونی۔بلکہ بیرونی محاذ ہمارے داخلی محاذ کی کمزوری اور اس کے انتشار کے سبب ہی کھلا ہے۔اگر اپنا گھر ہی فکری وعملی انحرافات کا شکار ہو تو اغیار کو مسکت جواب دینا مشکل ہوجاتا ہے۔تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ کے ذریعہ ہمیں مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، سماجی، تعلیمی اور معاشی حالت پر توجہ دینی ہوگی اور انھیں کردار وعمل کے لحاظ سے اتنا مضبوط بنانا ہوگا کہ کوئی ان کی طرف انگلی نہ اٹھا سکے۔

بحمد اللہ ملت اسلامیہ ہند کو اپنی اس ضرورت کا احساس ہے اور وہ کسی نہ کسی حد تک اپنے اس فریضہ کو انجام دے رہی ہے لیکن اتنی بڑی آبادی کو میڈیا کے ذریعہ متأثر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، خاص طور پر پرنٹ میڈیا کے ذریعہ تو مزید مشکل ہے کیوں کہ یہاں تعلیم کی کمی ہے، پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں ہے، غربت اور جہالت اس قدر عام ہے کہ اس کی موجودگی میں اچھے سے اچھا کام بھی خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں لا پاتا۔پھر بھی ہمیں اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہنا چاہئے اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عموماً پڑھے لکھے لوگ ہی سماج کی ذہن سازی کرتے ہیں خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے دینی ادارے جہاں اپنے دعاۃ

اور مبلغین کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی اور ان کی اصلاح وتربیت کا کارخیر انجام دیتے ہیں، وہاں وہ دینی رسائل وجرائد کی اشاعت کا بھی انتظام کرتے ہیں تاکہ تفصیل سے اسلام کی تعلیمات پیش کرسکیں اور کتاب وسنت کے دلائل بھی لوگوں کے سامنے آسکیں۔

ہماری اپنی جماعت بحمداللہ اس میدان میں اپنی دینی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دے رہی ہے۔ ہمارے ادارے اور تنظیمیں کئی ایک رسائل وجرائد شائع کررہی ہیں، جن میں اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کو پیش کیا جاتا ہے۔ کتابوں کے مقابلے میں ان رسائل سے لوگ زیادہ مستفید ہوتے ہیں۔ ایک تو ان کے مضامین مختصر ہوتے ہیں جن کو ایک نشست میں پڑھا جاسکتا ہے اور دوسرے یہ کہ ان میں حالات کے مطابق مضامین ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر ان کی معلومات تازہ ہوجاتی ہیں۔

موجودہ دور کے حالات ہماری دینی صحافت سے تقاضا کرتے ہیں کہ اس کی آنکھیں کھلی رہیں اور وہ ہمیشہ بیدار رہے۔ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے، اس پر نظر رکھے۔ جماعت اور ملت کی سرگرمیوں پر اس کی نگاہ ہو، اس کے موقف کو متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ملک اور ملت کے سامنے پیش کرے۔ اسلام کی ترجمانی کے فرائض علی وجہ البصیرت انجام دے۔ ہماری نظر میں اس وقت دینی صحافت کی ترجیحات مندرجہ ذیل ہیں، جن کو بطور خاص پیش نگاہ رکھا جانا چاہئے:

(۱) اسلام کی سادہ اور فطری تصویر

گزشتہ کئی سالوں سے ملک کے بعض شرپسند عناصر اس کے مختلف طبقات اور مذاہب کے درمیان فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اس میں بہت کچھ دخل دنیا کی اسلام دشمن طاقتوں کا ہے جو مسلسل اسلام جیسے پرامن مذہب کو ایک سخت گیر مذہب کی حیثیت سے پیش کررہی ہیں اور مسلمانوں پر تشدد پسندی اور دہشت گردی کا الزام عائد کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں اس جنونی طبقے کو اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل رہا ہے اور وہ آئے دن مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان کرتے رہتے ہیں۔ برادران وطن میں جو اسلام اور مسلمانوں کو قریب سے نہیں جانتے وہ غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور اسی جنونی طبقہ کے ہم نوا بن جاتے ہیں۔ اس تعلق سے اسلام کی وہ تعلیمات بطور خاص پیش کرنے کی ضرورت ہے جن کا تعلق عدل، عام بھائی چارہ، خدمت خلق اور سماجی معاملات سے ہے۔ **ہندوستان میں مسلم دور حکومت کی جو غیر حقیقی تصویر انگریزوں نے پیش کی ہے اور جس کی جھلک نصاب کی کتابوں تک میں نظر آتی ہے، اس کی صحیح تحقیق کرنا اور حقیقی اور واقعی تصویر پیش کرنا مسلم مؤرخین کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ بعض انصاف پسند غیر مسلم مؤرخین نے اس سلسلے میں کئی ایک اہم کام کیے ہیں، اس کو عام کرنا یا ان کی تحقیقات کا خلاصہ پیش کرنا بھی ہماری ضرورت ہے۔** توحید، رسالت اور آخرت کے بارے میں اسلام کے عقائد اور اس کے نظریات کو برادران وطن کے سامنے اس انداز میں لانا چاہئے کہ وہ ان کو سمجھ سکیں اور اپنی بے چین زندگی اور مضطرب دل کا علاج کرسکیں۔

(۲) مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح

یہ عجیب المیہ ہے کہ جس امت کو توحید، رسالت اور آخرت کے صاف ستھرے عقائد کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے برپا کیا گیا تھا، وہ اپنی جہالت اور بعض عجمی افکار وخیالات کے زیر اثر ان اساسی عقائد کے بارے میں کنفیوز ہوگئی ہے۔ وہ زبان سے توحید کا اقرار کرنے کے باوجود کتنے غیر اللہ کو خدائی اختیارات میں شریک کیے بیٹھی ہے، وہ یہ سمجھتی ہے کہ اولیائے

عظام اور بزرگان دین کی توقیر واحترام یہ ہے کہ ان کی قبروں پر قبے تعمیر کیے جائیں اور ان پر پھول اور چادر چڑھائی جائے۔حاجت روائی اور مشکل کشائی کی صفات ان کے اندر بھی تسلیم کرتی ہے چنانچہ وہ نماز، روزہ کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جتنی اہمیت کسی عرس میں حاضری اور کسی درگاہ کی زیارت کو دیتی ہے۔مسجدیں ویران ہیں اور مزارات پر دھوم دھام ہے۔عیسائیت، مجوسیت اور ہندومت کے جو اثرات مسلمانوں کے عقیدۂ توحید پر پڑے ہیں اور جس طرح ان کو گمراہی کے کھڈ میں پہنچادیا گیا ہے، وہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔قرآن اور حدیث میں شرک کی مذمت میں جس قدر نصوص موجود ہیں، ان کو تاویل کے ذریعہ بت پرستی اور مجسمہ پرستی کے لیے خاص کردیا گیا ہے۔ایسے دانش ور بھی بکثرت پیدا ہوگئے ہیں جو مسلمانوں کے اندر موجود شرک کے مظاہر کو بہت ہلکے انداز میں لیتے ہیں اور ان باتوں کو ان کا پرسنل مسئلہ قرار دے کر نظر انداز کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔بھلا بتائیں کہ جس توحید خالص کی تبلیغ واشاعت کے ہم ذمہ دار بنائے گئے ہیں، اگر اسی کو ترک کردیں تو پھر بچتا ہی کیا ہے۔میرا خیال ہے کہ توحید خالص سے سمجھوتہ ہماری پہچان گم کردے گا اور ہم جب اللہ کی عبادت میں کئی شریک بنا چکے ہوں گے تو پھر کس منہ سے اللہ سے فریاد کریں گے کہ وہ ہماری مدد فرمائے۔عالم اسلام کی کمزوریوں اور مسلمانوں کی محرومیوں نے ہمیں اس قدر جذباتی اور عجلت پسند بنادیا ہے کہ ہم فوراً انقلاب دیکھنے کی خواہش کر بیٹھتے ہیں اور پھر اس کے لیے جہاں جہاں رکاوٹ محسوس ہوتی ہے، اسے دور کرنے کے لیے سمجھوتے کرتے ہیں۔شاید نظر وفکر کے یہ انحرافات ہی ہیں جن کی وجہ سے ملت کی جہد ومساعی کو یکجہتی نہیں مل پارہی ہے۔ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور کتاب وسنت اور سلف کے منہج مستقیم کی روشنی میں اپنی ترجیحات کا تعین کرنا چاہئے۔

رسالت کے بارے میں ہمارے عقیدہ کا حال یہ ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، آپ کے فضائل ومناقب کے ذکر کے لئے گلی گلی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہیں، آپ ﷺ کے خَلقی وخُلقی اوصاف حمیدہ اور کمالات متمیزہ کا والہانہ تذکرہ بھی کرتے ہیں لیکن جس حکم کو آپ ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ میری اتباع اور پیروی کرو، اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔رسول گرامی ﷺ نے اپنی امت کو امت واحدہ بنایا تھا لیکن ہم نے اسے چار خانوں میں تقسیم کردیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس پر اصرار اتنا زیادہ ہے کہ نجات اور کامیابی کے لیے ان چاروں میں سے کسی کے ساتھ رہنا ضروری ہے ورنہ سبیل المومنین سے الگ ہوکر گمراہ ہوجانے کا اندیشہ ہے۔نبی ﷺ اپنی امت پر شفیق اور مہربان تھے، دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں سے اسے آگاہ کیا اگر یہ گروہ بندی اتنی ہی ضروری تھی تو اپنی امت کو لازمی طور پر آگاہ فرماتے۔جو شریعت آپ ہمیں دے گئے ہیں، اس میں کسی اجتہادی خطاء کا بھی امکان نہیں ہے لیکن کیا یہ مقتدیٰ ائمہ دین خطاونسیان سے محفوظ ہیں؟ کیا کوئی یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ ان سے اجتہادی خطائیں نہیں ہوئی ہیں؟ دنیا میں شاید کوئی ہو جو ان کو معصوم تسلیم کرتا ہو پھر تقلید ائمہ پر اتنا اصرار کیوں ہے؟ ہندوستان کے مشہور اور عبقری عالم دین شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے اپنی معروف کتاب ”تنویر العینین فی مسئلة رفع الیدین“ (ص: ۱۰۸) میں تحریر فرمایا ہے کہ صحیح حدیث کی موجودگی میں ائمہ کے اقوال واجتہادات پر اصرار کرنا اس میں شرک کا شائبہ ہے۔ امت کو متحد رکھنے کے لیے آج بھی نسخۂ کیمیا یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر اسے متحد کیا جائے۔اس

متحد کیا جائے۔اس سے ہٹ کر جو بھی اتحاد ہوگا وہ ناپائیدار ہوگا اور خیر و برکت اور نصرت الٰہی سے محروم ہوگا۔

عقیدۂ آخرت کا صحیح تصور مسلمانوں میں پیدا کیا جائے۔ آخرت میں نجات اور کامیابی کا انحصار رحمت الٰہی اور اپنے حسن عمل پر ہے،اعمال صالحہ سے دور رہ کر جھوٹے سہاروں پر تکیہ کر لینا عقیدۂ آخرت کو غارت کر دیتا ہے۔بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا عالی مقام حاصل ہے لیکن وہ اذن الٰہی سے مشروط ہے اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں فرمائے گا۔عیسائیت کے باطل نظریات ہمارے یہاں در آئے ہیں اور کہیں نہ کہیں ہم بھی اس زعم باطل کا شکار ہو گئے ہیں کہ بخشوانے کے لیے ایک نبی رحمت ہمارے لیے موجود ہیں۔آج مسلمانوں میں دین سے دوری اور اعمال صالحہ سے عدم دلچسپی کا جو منظر دکھائی دیتا ہے،اس میں غیر شعوری طور پر ہم آخرت کے سلسلے میں عیسائیت کے نظریہ فلاح ونجات سے متاثر ہوئے ہیں۔قدم قدم پر اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور وہ بھی حقوق ومعاملات کے باب میں،آخرت میں جواب دہی کے احساس سے بے نیازی کی دلیل ہے۔قرآن مجید میں قیامت اور جہنم کی ہولناکیوں کا تفصیلی تذکرہ اسی لیے کیا گیا ہے کہ بندۂ مومن ہمیشہ آخرت پر نگاہ رکھے۔یہی عقیدہ ہمیں برائیوں اور گناہوں سے باز رکھے گا۔

دینی صحافت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان عقائد کی تفصیلات سے واقف کراتی رہے اور ان کے جو معنوی اثرات زندگی پر پڑنے چاہئیں،ان کی نشان دہی بھی کرتی رہے۔اس میں ترغیب بھی اور ترہیب بھی،غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوتا رہے اور الٹی سیدھی تاویلات سے آگاہ بھی کیا جاتا رہے۔ایک مسلمان اپنے دین سے محبت رکھتا ہے،اسے قرآن سے والہانہ عقیدت ہے،وہ ناموس رسالت پر جان دینے کے لیے آج بھی تیار ہے۔صدیوں کی فرقہ بندیوں نے اسے اسلام کے چشمۂ صافی سے دور کر دیا ہے،کچھ بندگئ سیم وزر نے اسے یرغمال بنالیا ہے۔ان بدلیوں اور ان کی تاریکیوں کو کتاب وسنت کی روشنی سے دور کرتے رہنا ہی ایک ذمہ دار صحافی کا وظیفہ قرطاس وقلم ہونا چاہئے۔مخاطبین سے ہمدردی اور اپنائیت کا مسلسل اظہار ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ برف نہ پگھلے اور قساوت قلبی کے شکار افراد اپنے دلوں میں سوز وگداز نہ محسوس کریں۔مناظرانہ تحریر اور معیار سے فروتر زبان ہمارے مسئلہ کا حل نہیں ہے اور نہ ہمارے دکھوں کا علاج ہے۔شیطان بڑا عیار ہے وہ اس پہلو سے بھی ہماری دعوت کو منفی رخ دے دیتا ہے اور پھر اپنے چیلوں کے ساتھ ہر چہار جانب سے حملہ کرتا ہے۔دعوت کے لیے قرآن مجید نے حکمت،موعظت اور جدال احسن کی تلقین کی ہے،تینوں میں جو ترتیب ہے،اس میں بھی خاص معنویت ہے۔یہ گویا تین مرحلے ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔اب اگر کوئی صحافی اس کی ترتیب پلٹ دے اور فتویٰ کی زبان استعمال کرتے ہوئے آستین چڑھا کر میدان میں آجائے،قابل احترام شخصیات کو نشانہ بنانے لگے،سیدھے سادے لوگوں کو جہنم رسید کرنے لگے تو وہ ایک دینی صحافی کی حیثیت سے کامیاب نہیں ہو سکے گا خواہ اس کے گرد وپیش کے جھوٹے مداح اس کی کتنی ہی واہ واہ کیوں نہ کریں۔جن مسائل میں غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں یا جن میں نقطہائے نظر کا اختلاف ہے،ان پر قلم اٹھاتے ہوئے ہمارے صحافی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ان کی تحریر صرف ان کے مخاطب ہی نہیں بلکہ دوسرے غیر جانب دار حضرات بھی پڑھیں گے بلکہ غیر متعلق افراد کی تعداد زیادہ ہی ہوتی ہے اور وہ اس تحریر میں کچھ پانے کی کوشش کرتے ہیں۔اپنے زرخیز قلم سے اکثریت کو مستفید ہونے کا موقع نہ دینا کوئی نفع بخش سودا نہیں ہے۔

(۳)عصری علوم کی طرف توجہ مبذول کرانا

ایک صحافی اپنے ملک اور ملت کا دل ودماغ ہوتا ہے۔اسلام کی ترجمانی کرنے والا اور مسلمانوں کے عروج واقبال کا خواب دیکھنے والا ایک مسلمان صحافی اپنے ملک اور ملت کے مسائل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔خالص دینی موضوعات کولوگ قابل اعتنانہیں سمجھتے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا تعلق عصری مسائل سے جوڑانہیں جاتا ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو ہم حکیم امت کے محترم لقب سے یاد کرتے ہیں اور ان کی شہرہ آفاق کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔کبھی آپ نے غور کیا کہ آخر اس کتاب میں کیا ہے،جس کی وجہ سے شاہ صاحب کو ہماری ملی تاریخ میں یہ مقام بلند ملا ہے۔اس کتاب میں شاہ صاحب نے مشکوٰۃ المصابیح سے احادیث لی ہیں لیکن ان کو جتنے ابواب میں تقسیم کیا ہے اور جس طرح عصری مسائل سے ان احادیث کو مربوط کیا ہے،وہ ہر دردمند اور صاحب فکر مسلمان کے دلوں کی دھڑکن بن گئی ہے۔اسلام اللہ کا محبوب ترین دین ہے،وہ انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتا ہے،وہ انسان کو آداب زندگی سکھاتا ہے،وہ دنیا میں امن وانصاف قائم کرنا چاہتا ہے،اس کی ساری تعلیمات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ہمارے بس میں نہیں ہے کہ ہم دنیا کو پیچھے لے جاسکیں،عصری ترقیات اور اس کے پیدا کردہ مسائل کی تفہیم اور اسے اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ہماری اولین ضرورت ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان عصری علوم میں کسی سے پیچھے نہ رہیں بلکہ اس میدان میں ان کو امامت کا درجہ حاصل ہونا چاہئے۔یہی میدان ہے جس میں ہم پیچھے چلے گئے ہیں۔نتیجہ سامنے ہے،غربت اور افلاس نے ہمارے گھروں میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔دنیا کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے عصری علوم کی ضرورت سے ہر کوئی واقف ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ دینی سطح پر ہم اس کی منظم تحریک نہیں چلا پاتے اور اپنے رویہ سے دنیا کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔عصری علوم اور اس کی تحصیل کے سسٹم کی بعض خرابیوں سے کسے انکار ہوسکتا ہے لیکن اس کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور اس کی خرابیوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ہماری دینی صحافت کی ترجیحات میں یہ بات شامل رہنی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو اس کی ترغیب دے اور اس میں پیش قدمی نہ کرنے کے جو نقصانات ہیں،ان سے واقف کرائے۔

(۴)اسلام کے احکام ومسائل کی تشریح

مسلمانوں کی بدعملی اور بے عملی کی ایک بڑی وجہ ان کا اپنے دین کے احکام ومسائل سے واقف نہ ہونا ہے۔پاکی ناپاکی، وضو،غسل،نماز،روزہ،زکوٰۃ،حج،نکاح،طلاق،خلع،وراثت، ہبہ،وصیت،وقف،اصول تجارت،حلال وحرام جیسے بڑے اور موٹے موٹے مسائل میں ہماری معلومات صفر کے قریب ہیں۔یہ معلومات ہمارے دینی مدارس فراہم کرتے ہیں اور ان سے فیض یافتہ حضرات عوام میں رہ کر ان کی تربیت کرتے ہیں لیکن یہ عجیب معاملہ ہے کہ ابھی تک ایک بڑی آبادی جہالت اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے۔اس کی وجہ بھی ہماری دینی صحافت کو بتانی ہوگی اور اس کا تدارک بھی اسے کرنا ہوگا۔بظاہر بڑے بڑے دینی اجلاس ہوتے ہیں،دروس کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں اور وعظ ونصیحت کا ایک سلسلہ جاری رہتا ہے۔پھر کیا بات ہے،معلومات میں اضافہ کیوں نہیں ہوتا۔کیوں ہمارے بچے انبیاء اور صحابہ کے ناموں سے واقف نہیں ہوتے،کیوں انھیں سیرت نبوی کا پتا نہیں ہے۔کمی کہاں ہے،بتانے والے نہیں بتاتے یا انھیں بتانا نہیں آتا۔اس کا دائرہ محدود ہے یا اس کی کوئی اور وجہ ہے۔اس پر پوری دردمندی سے قلم اٹھانا

چاہئے اور ملت کی رہنمائی کرنی چاہئے۔خود ہمارے دینی صحافی مستند علماء اور ماہرین شریعت کی طرف سے مثبت اور تعمیری انداز میں تحریر کردہ ایسے مضامین رسائل وجرائد میں شامل اشاعت کریں جو اس خلا کو پر کرسکتے ہوں۔دین کے اہم مسائل اور قوانین کو کوئز کے انداز میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے اور اسے دلچسپ پیرائے میں بھی ڈھالا جاسکتا ہے تاکہ قارئین کا شوق برقرار رہے اور ان کی معلومات بھی درست ہوجائیں۔

(۵)غیر شرعی رسوم وروایات پر تنقید اور ان کی قباحتوں کی نشان دہی

برادران وطن کی مصاحبت نے مسلمانوں کی زندگی میں بعض ایسی رسوم وروایات کو داخل کردیا ہے جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کے عقائد وتصورات سے متعارض ہیں۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی بعض قوموں نے جب اسلام قبول کیا تو وہ اپنے ساتھ وہ رسمیں بھی لے کر آئیں جو ان کے مذہب میں پائی جاتی تھیں یا ان کے یہاں ان کا چلن تھا۔کوئی منظم تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ اپنی روایات پر عمل پیرا رہیں۔ان رسموں میں شادی اور موت کے مواقع کی رسمیں خاص توجہ کی مستحق ہیں۔نحوست اور بدشگونی کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے شادی کے موقع پر مضحکہ خیز رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور توحید کا حامل ایک مسلمان اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنے کی بجائے ان غیر شرعی رسومات پر کرتا ہے۔ مہندی، بھات، منہ دکھائی، پلنگ بچھوائی اور جوتا چرائی وغیرہ اسی قبیل کی رسمیں ہیں۔سب سے بڑی لعنت جہیز اور منہ مانگی رقم کی ہے۔بڑی بڑی رقموں میں بیٹوں کا سودا ہوتا ہے اور بیش قیمت جہیز کی فرمائش ہوتی ہے۔ان سب کے ساتھ ساتھ بڑی بے حیائی سے یہ مطالبہ بھی کیا جاتا ہے کہ صاحب ہماری صرف ایک ہی خواہش ہے کہ ہمارے باراتیوں کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

گھر میں کسی عزیز کی وفات ہوجائے تو اس کے چھوڑے ہوئے کپڑے اور استعمال کی دیگر اشیاء کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ ان کو اپنے کام میں لانے سے کوئی پریشانی آسکتی ہے، بعض لوگ تو جنازہ کے ساتھ اس کے کپڑے میں بھی لے جاتے ہیں اور کسی گڈھے میں پھینک دیتے ہیں، حالانکہ میت کی زمین، جائیداد اور روپیہ زیور کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرتے بلکہ دوسروں کا حق مار کر سب کچھ سمیٹ لینے کی فکر میں رہتے ہیں۔میت کے لیے ایصال ثواب کے نام پر تیجہ، دسواں اور چالیسواں کرتے ہیں اور عزیزوں دوستوں کے ساتھ مل کر قورمہ اور بریانی کا مزہ لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کھا ہم رہے ہیں اور ثواب مرنے والے کو مل رہا ہے۔یہ رسم اتنی غیر معقول ہے کہ غبی سے غبی انسان بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔بعض معصوم اور ناسمجھ مسلمان معاشرہ اور سماج کے دباؤ میں قرض لے کر اس کھانے اور کھلانے کا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ غربت اور افلاس کی وجہ سے ان بے چاروں کو کم ہی توفیق ملی ہوگی کہ وفات پانے والے اپنے عزیزوں کو ان کی زندگی میں اس طرح کا کھانا کھلاسکیں۔

مختصر یہ کہ ان غیر شرعی رسموں نے مسلم سماج کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ہمارے صحافیوں کو حکمت اور معقولیت سے ان کو سمجھانا ہوگا کہ تمہاری زندگی کا مقصد کچھ اور ہے اور تم ان بے کار کاموں میں الجھ گئے ہو۔اسلام کی اشاعت اور اس کو سربلند دیکھنے کا جذبہ اگر پیدا ہوجائے تو ایک مسلمان ان فضولیات سے خود کو محفوظ رکھ سکے گا۔سلف صالحین سے محبت اور عقیدت کا یہی تقاضا ہے کہ خوشی اور غم کے ان مواقع پر ان کے آثار واسوہ کی اقتدا کی جائے۔

(۶)عام فہم اور مؤثر زبان وبیان

عام طور پر کم پڑھے لکھے اور وہ حضرات جو جدید تعلیم یافتہ ہیں،ان کی شکایت اردو دینی صحافت سے یہ ہے کہ اس میں بالعموم عربی اور فارسی آمیز مشکل زبان استعمال کی جاتی ہے۔ عربی سے رات دن تعلق رکھنے والے ہمارے قابل صد احترام علماء جب اردو میں کوئی تحریر تیار کرتے ہیں تو غیر شعوری طور میں اس میں عربی کی مشکل تعبیریں در آتی ہیں جن کو عام لوگوں کے لیے سمجھنا آسان نہیں ہوتا ہے۔رسائل وجرائد کے مدیران محترم کی ذمہ داری ہے کہ وہ مضامین پر تفصیلی نظر ڈالیں،اس کے بعد ہی اسے اشاعت کے لیے دیں۔زبان یارمن ترکی ومن ترکی نمی دانم (میرے دوست کی زبان ترکی ہے اور مجھے ترکی زبان نہیں آتی) والی کیفیت اور صورت حال پیدا کرکے ہم کوئی خاص فائدہ سماج کو نہیں پہنچا سکتے ہیں۔مخاطب کی ذہنی سطح پر اتر کر تحریر لکھنا یا گفتگو کرنا ہی بلاغت ہے،مشکل اور موٹے موٹے دقیق لفظوں کے استعمال سے نہ کوئی تحریر فصیح ہوتی ہے اور نہ اسے معیاری ادب کا نام دیا جاسکتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ تحریر میں مثبت رویہ اپنایا جائے، اختلافی مسائل پر لکھتے ہوئے قلم پر کچھ زیادہ ہی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔مقصد افہام وتفہیم ہے،اکھاڑے کا میدان تیار کرکے ہم دوسروں کو اپنا دشمن تو بنا سکتے ہیں،انھیں اپنا ہم نوا نہیں بنا سکتے اور نہ انھیں شکست دے سکتے ہیں۔جو مواد قارئین کے سامنے پیش کیا جائے،وہ مدلل ہو اور حکمت اور موعظت کا پہلو لیے ہوئے ہو۔طعن وتشنیع،استہزا اور مذاق نہ دین کا تقاضا ہے اور نہ اس سے ہمارے مقاصد کی تکمیل ممکن ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم داعی بنائے گئے ہیں،داروغہ بن کر ہم اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔غیرت اور حمیت کا بہانہ بنا کر جو اصحاب قلم اپنی تحریروں میں غیر داعیانہ اسلوب اپناتے ہیں،وہ اسلام کی نہیں صرف اپنی ذات کی خدمت کرتے ہیں،اس سے مسلمانوں کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔فقہی فروعات کے سلسلے میں قلم اٹھاتے وقت یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ ائمہ اور فقہاء کے دلائل کیا ہیں اور وجوہات استدلال کیا ہیں۔اگر ان میں کوئی کمزوری ہے تو نرمی سے اس کی وضاحت کی جائے اور راجح نقطۂ نظر کی تعیین دلائل کی روشنی میں کرکے فیصلہ قارئین کے اوپر چھوڑ دیا جائے۔غیر ضروری تنقید وتبصرہ اور طنز واستہزاء اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔یہ دنیا دارالعمل اور دارالامتحان ہے۔یہاں داعی کی ذمہ داری صرف حق کی وضاحت اور اعلان ہے۔جو نصوص کتاب وسنت پر عمل کرے گا،وہ اجروثواب پائے گا اور جو عمل نہیں کرے گا،اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔مسلمانوں کے درمیان مسلکی تنازعات کو بہت زیادہ ہوا دینا اور اسی کو اپنی تحریر وتقریر کا موضوع بنانا تقاضائے وقت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا،صرف شاعری نہیں بلکہ اگر ہماری بصیرت وبصارت سلامت ہے تو ایک زندہ حقیقت ہے۔کاش مولانا انور شاہ کشمیری کی زندگی کے وہ آخری کلمات ہمارے سامنے ہوتے جو انھوں نے مولانا مفتی محمد شفیع کے سامنے رکھے تھے کہ ہائے میں نے عمر ضائع کردی۔ساری علمی کاوشوں کا محور یہی رہا ہے کہ اس مسئلے میں امام اعظم کا نقطۂ نظر راجح ہے اور دوسرے ائمہ کا مرجوح۔فقہ کے جزئی مسائل میں راجح ومرجوح کی تعیین ایک اجتہادی مسئلہ ہے،اسی پہلو سے ان پر گفتگو ہونی چاہئے ،اگر آپ اسے کفر واسلام کا مسئلہ بنادیں گے تو آپ کی دینی ترجیحات کا رخ بدل جائے گا اور آپ ایک ایسی وادی میں پہنچ جائیں گے جہاں سے نکلنا شاید ممکن نہ ہو۔

آداب فتویٰ

فتویٰ بازی..ایک لمحۂ فکریہ

جمیل احمد ضمیر، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

دینی مسائل اور شرعی معاملات میں فتویٰ دینا انتہائی حساس اور ذمہ دارنہ فرض منصبی ہے۔جس کے تقاضوں سے عُہدہ برآ ہونے کے لئے دینی علوم پر مکمل دسترس، کتاب وسنت کی صحیح سمجھ،نصوص کا استحضار، مقاصدِ شریعت پر گہری نظر، قیاس واستنباط کا ملکہ ،مسائل کی نوعیت کا ادراک، علماء کے اختلاف واتفاق کی معرفت، احادیث کی صحت وضعف کا علم اور زمان ومکان کی نزاکتوں سے واقفیت بنیادی شرائط میں سے ہے۔

نیز مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خلوصِ نیت، وقار وسکینت اور تقویٰ وطہارت کا پیکر ہو۔ عدل وانصاف ،راست بازی اور سچائی کا خوگر ہو۔ خدمتِ خلق اور رضائے الٰہی اس کا مطمحِ نظر ہو۔تعصب وتحزب اور جانبداری سے کنارہ کش ہو۔نفسانی خواہشات اور رکیک جذبات سے پاک ہو۔ دو رنگی، خوشامد وجبین سائی اور ضمیر فروشی جیسے رذیل اخلاق واطوار سے کوسوں دور ہو۔کھنکتے سکوں کی لالچ ،شہرت وناموری کی ہوس اور جاہ ومنصب کی حرص جیسی آلائشوں اور آلودگیوں سے دامن بچائے رکھنا اس کا طرۂ امتیاز ہو۔

مزید برآں مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے وقت تحقیق و تثبت سے کام لے، اس کے تمام پہلوؤں پر مکمل غور وخوض کئے بغیر فتویٰ جاری نہ کرے اور بلا کسی مضبوط بنیاد اور قوی دلیل کے کوئی رائے قائم کرنے سے یکسر پرہیز کرے۔

لوگوں کے اندر اطاعتِ رسول اور اتباع سنت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ چنانچہ انہیں رجال واشخاص سے وابستہ کرنے کے بجائے دلیل سے جوڑے، اور ان کا رخ براہ راست کتاب وسنت کے ایمان افروز سرچشموں کی طرف موڑے۔تقلید وتقنید کی بوجھل بیڑیوں اور جمود وتعطل کی بھول بھلیوں سے نکال کر قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دلنواز سے ان کے اذہان وقلوب کو بہرہ مند کرے۔

منصوص اور اجماعی مسائل میں اپنے ذوق ومزاج اور عقل وقیاس کو خواہ مخواہ دخل دینے سے کلی طور پر اجتناب کرے۔ اختلافی مسائل میں مختلف آراء واقوال کے مابین ترجیح کی بنیاد پر فتویٰ دے، چنانچہ جو قول دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی اور شریعت کی روح اور منشا کے زیادہ قریب ہو اسی کو اپنائے۔ البتہ کوئی نیا قول یا نئی رائے ایجاد کرنے سے قطعاً اجتناب کرے۔ اور اگر کسی مسئلے میں جملہ آراء واقوال کے مآخذ مضبوط ومستحکم ہوں اور دلیلیں متجاذب ہوں، تو ایسی صورت میں وسعت نظری اور کشادہ دلی سے کام لے اور اس میں اختلاف کو زیادہ ہوا نہ دے۔

نیز اجتہادی وقیاسی مسائل، جن کے متعلق کتاب وسنت میں واضح نصوص واشارات نہ ہوں، میں فتویٰ دیتے وقت غایت درجہ احتیاط سے کام لے۔ چنانچہ متعلقہ فقہی قواعد، شریعت کے عمومی مزاج اور مصالح ومفاسد کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اعتدال ومیانہ روی پر مبنی ایسا فتویٰ دے جو نہ تو شریعت کی روح سے متصادم ہو اور نہ ہی لوگوں کے لئے کسی واقعی مشقت اور حرج کا سبب ہو۔ یعنی نہ تو تسہیل وتیسیر کا دروازہ چوپٹ کھلا رکھے اور نہ ہی تشدد اور سختی کو بہر حال روا رکھے۔ اسی طرح نہ ہی کسی مسئلہ میں بزور تاویل ایسی وجہ جواز نکالنے کی کوشش کرے جو شرعی اصول اور تقاضوں کے خلاف ہو۔

نیز اگر کسی مسئلہ میں علم نہ ہو یا وہ مسئلہ تحقیق طلب ہو تو اس میں بلا وجہ رائے زنی کرنے اور فتویٰ دینے سے بالکل اجتناب کرے۔ اور ایسی صورت میں ''لا أدری'' یا ''اللہ أعلم'' کہنے میں کوئی جھجک یا عار نہ محسوس کرے۔

کیونکہ بغیر علم اور تحقیق کے فتویٰ بازی اللہ تعالیٰ پر صریح افترا پردازی ہے جو بالکل حرام اور انتہائی مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے سختی سے منع کیا ہے اور اس پر شدید وعید سنائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا

تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾(النحل:۱۱۶)

کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی بلاعلم فتویٰ دینے پر قدغن لگائی ہے اور اسے جاہلوں کا شیوہ اور گمراہی کا سبب قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ”إن اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء، حتی إذا لم یُبقِ عالما اتخذ الناس رءوسا جهالا، فسئلوا فأفتوا بغیر علم، فضلوا وأضلوا“۔

اللہ تعالیٰ علم کو بندوں کے سینوں سے نہیں اٹھائے گا، بلکہ علماء کو موت دے کر اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہ جائے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سربراہ بنالیں گے اور ان سے فتوے پوچھیں جائیں گے اور وہ بلاعلم فتویٰ دیں گے جس کے نتیجے میں خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔(صحیح بخاری: حدیث نمبر: ۱۰۰)

لہٰذا فتویٰ بازی کے شوقین حضرات جو شہرت طلبی اور اپنے آپ کو زاویہ خمول سے منصہ شہود پر لانے کے لئے بلاسوچے سمجھے فتوے جھاڑتے ہیں اور عوام الناس کے یہاں اپنی صلاحیت کا سکہ بٹھانے کے لئے بلاتحقیق اور تثبت شرعی مسائل میں رائے زنی کرتے رہتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول پر افترا پردازی کی بابت وارد سخت وعید سے ڈریں اور یاد رکھیں کہ قیامت کے دن ان سے اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی، تو وہ پھر کیا جواب دیں گے؟

اسی طرح مفتی کو چاہئے کہ وہ تواضع وخاکساری کا دامن ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑے چنانچہ اگر کسی مسئلے میں اپنی غلطی واضح ہو جائے تو اس سے فوراً رجوع کرلے اور حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے۔ اسی طرح اسے چاہئے کہ دیگر اکابر اہل علم کی جماعت اور قدآور علمی شخصیات کی طرف بالخصوص پیچیدہ وحساس مسائل میں ضرور رجوع کرے۔ ان کے بلند پایہ افکار وخیالات اور گرانقدر علمی تجربات سے استفادہ کی بھرپور کوشش کرے اور علمی اَنا وتعالُم (دعوائے علمیت) سے بالکل گریز کرے کیونکہ تعالُم اس دور کا ایک بڑا فتنہ اور المیہ ہے۔

چنانچہ آج تعالم کے نتیجے میں میدان دعوت وتبلیغ اور منصب افتاء کو ہر کہ ومہ اور ہما شُما نے اپنی جولانگاہ بنالیا ہے۔ علمی بے بضاعتی، فقہی بے بصیرتی اور فکری کم مائیگی کے باوجود اس میدان میں اچھل کود مچانے والے مفتیوں کا ایک سیل رواں امنڈ پڑا ہے۔ منصب افتاء کے بارِگراں سے سبکدوش ہونے اور اس کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کرنے کے لئے مطلوبہ علمی استعداد اور اہلیت مفقود ہے۔ لیکن پَر جمنے سے پہلے اونچی اڑان بھرنے کے شوق میں بزعم خویش ”أنا لها أنا لها“ (اس کا اہل میں ہوں) کا بلند بانگ نعرہ اور وسیع وعریض دعویٰ، گویا زبان حال سے کہہ رہے ہوں:

جو بڑھ کر خود اٹھالے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے۔

اور طرفہ تماشہ یہ کہ سحر تعالُم سے مسحور، اور اظہار علمیت کے نشہ میں مخمور بعض نااہل مفتیوں پر فقیہ امت، مجتہد ملت، مفتی الانام اور شیخ الاسلام بننے کا بھوت اتنی بری طرح سوار ہے کہ وہ اپنے بالمقابل ربانی علماء، مقتدر فقہاء اور باصلاحیت طلباء کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔ اور ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں بے دریغ اظہار رائے کرتے اور اندھا دھند فتوے جھاڑتے رہتے ہیں جس کا نظارہ آئے دن سوشل میڈیا پر ہوتا رہتا ہے۔

الغرض اس تعالم کے باعث شرعی مسائل میں بلاعلم وتحقیق اور فقہی بصیرت کے فتویٰ دینے کا چلن عام ہے۔ جس کے بھیانک نتائج اور تباہ کن اثرات سے امت مرحومہ جوجھ رہی ہے۔ اور بلندی کو پستی کی طرف، روشنی کو اندھیرے کی طرف، استقامتِ فکر کو کج فکری کی طرف اور یقین کو شک وتذبذب کی طرف ترقی معکوس کرنے کا پورا موقع مل رہا ہے جو انتہائی افسوسناک، المناک اور غور طلب امر ہے۔

لہٰذا ملت کے اربابِ حل وعقد، امت کے بہی خواہ وغیرت مند حضرات بالخصوص علماء وطلاب علوم نبوت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس وبا کے خاتمہ کے لئے کمربستہ ہوں۔ اس فتنہ کا قلع قمع کرنے کے لئے عملی طور پر میدان میں اتریں۔ منصب افتاء کے وقار کو بحال کرنے کے لئے ایک محکم لائحہ عمل تیار کریں۔ علماء کی جماعت میں در آئے ان نا اہل مفتیوں کی خطرناکیوں سے نونہالانِ قوم وملت اور فرزندانِ دین وامت کو آگاہ کریں اور ان کی کارستانیوں سے پردہ اٹھائیں۔ تاکہ اس فتنہ کا سدباب اور اس مرض کا خاتمہ ہو۔ نیز ایسی روح پرور علمی وتحقیقی فضاء پیدا ہو جس کی عطر بیزیوں سے مشام جاں معطر اور ذہن ودماغ روشن ومنور ہو جائیں۔ اور امت میں انتشار وخلفشار اور عوام الناس کے یہاں شک وتذبذب کا ماحول ختم ہو سکے۔

اصلاح معاشرہ

نوجوانوں کا بگاڑ، اسباب وعلاج

رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی (مدرس: مرکز الامام البخاری، تلولی)

محترم قارئین! سارے نوجوان تو نہیں پر نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ بروقت بے راہ روی کا شکار ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس جوانی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اہم قرار دیا ہے آج وہی جوانی بیجا کھیل کود میں لگی ہوئی ہے، ہوٹلوں، پارکوں اور بے جا کاموں میں ضائع ہورہی ہے، آج کی جوانی بداخلاقی، بے حیائی، فحاشی سے لبریز ہے، دوستوں کے ساتھ دیر رات تک سیر وتفریح کرنا نوجوانوں کا مشغلہ بن گیا ہے، ماں گھر میں انتظار کررہی ہے کہ بیٹا آئے اور کھانا کھائے لیکن بیٹے کو اس بات کی فکر ہی نہیں کہ ہماری بابت ماں باپ کتنے فکرمند ہیں، آج کا نوجوان تہذیب جدید کا رسیا ہوچکا ہے، لباس دیکھئے، بال دیکھئے اور چال ڈھال دیکھئے تو آج کے نوجوانوں سے بے حیائی ٹپکتی ہے، شراب نوشی میں آگے، جوا کھیلنے میں آگے، کھیل کود میں آگے اور فلم دیکھنے میں آگے ان کے علاوہ اور بہت سے بے جا کاموں میں یہ آگے نظر آتے ہیں، اگر آپ آج کے نوجوانوں سے خلفاء راشدین کا نام پوچھیں، عشرۂ مبشرہ کا نام پوچھیں تو شاید ہی بتا پائیں لیکن انہیں سے اگر فلمی اداکاروں یا اداکاراؤں کے نام پوچھیں، کرکٹرس کے نام پوچھیں یا کسی سیاسی آدمی کی بابت پوچھیں تو یہ لوگ فوراً بتائیں گے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ ان نوجوانوں کی یہ حالت کیسے بنی؟ اس کے کچھ اسباب ہیں، لیجئے مندرجہ ذیل سطور میں وہ اسباب ملاحظہ کریں۔

(۱) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک سبب فضول کاموں میں وقت صرف کرنا ہے: کتنے نوجوان اپنی زندگی کا اکثر حصہ بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ پورا حصہ ٹی وی دیکھنے، اور انٹرنیٹ سرفنگ اور دیگر غیر ضروری کاموں میں صرف کرتے ہیں، ہونا تو یہ چاہئے کہ اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد کچھ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں صرف کیا جائے، اس زندگی کی تیاری کی جائے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں بھیجا ہے، لیکن نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ ان تمام باتوں سے عاری ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ انٹرنیٹ کا استعمال ممنوع ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ انٹرنیٹ کا غلط استعمال ممنوع ہے، آپ کو کوئی کام نہیں ہے پھر بھی فضول میں گوگل کھولے بیٹھے ہیں، واٹس اپ اور فیس بک پر لگے ہوئے ہیں، اب جب آپ کو کوئی کام نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ بلا وجہ آپ اس کے پیچھے پڑکر اپنا قیمتی وقت برباد کررہے ہیں۔

(۲) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب اپنے آپ کو خالی رکھنا ہے: ماں باپ کو چاہئے کہ بچوں کو کسی نہ کسی دینی یا دنیاوی مفید کام میں مشغول رکھیں یا نوجوان ماں باپ کے کہے بغیر خود ہی اپنے آپ کو کسی کام میں لگائے رکھیں، کیوں کہ انسان جب مشغول ہوتا ہے تو شیطانی حملے کا شکار نہیں ہوتا ہے اور اگر شیطان کوشش بھی کرتا ہے تو ناکام ونامراد واپس ہوتا ہے، اسے کامیابی ہاتھ نہیں آتی، ایک انسان کے دل ودماغ میں کچھ بھی آئے وہ جس کام میں مصروف ومشغول ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہرممکن کوشش کرے گا جب تک اس کا کام مکمل نہیں ہوگا تب تک وہ کوئی اور کام

کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔لیکن جب ایک انسان خالی ہوگا تو شیطان اس کے دل و دماغ پر پوری طرح سے حاوی ہونے کی کوشش کرتا ہے اور بہت سارے لوگوں کو اپنے دام فریب میں پھانس بھی لیتا ہے،جب آپ کے پاس کوئی کام نہیں ہوگا تو شیطان آپ کوخلاف شریعت اورممنوع اعمال کے انجام دینے پر ابھارے گا،آپ کے دل و دماغ میں شکوک وشبہات ڈالے گا کیوں کہ اس نے تو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کررکھا ہے میں تمہارے بندوں کوصراط مستقیم سے بہکاؤں گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :﴿قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ، قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ، إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ، قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ، إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾ کہنے لگا میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھ کھڑے کئے جائیں،فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے، روز مقرر کے وقت تک ،(شیطان نے) کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی،سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔(الحجر:۳۶۔۴۰)

اورشیطان پوری طرح سے اپنی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے،شکوک و شبہات پیدا کرنا،نوجوانوں کوغلط راستے پر لگانا،انہیں نیکیوں سے دوررکھنا شیطان کا شیوہ ہے، بچے کوآپ نے موبائل ایک ضرورت سمجھ کر دیا ہے لیکن شیطانی کچوکہ ہی ہے کہ جس مقصد کے تحت آپ نے بچے کوموبائل دیا تھا اس مقصد میں وہ استعمال نہیں ہورہا ہے، آپ ان نوجوانوں کا موبائل لیجئے اور گیلری میں جا کر دیکھئے تو ایک سے ایک تصویر،ایک سے ایک گانے،راستہ چلیں تو کان میں ایئر فون،کام کریں تو ایئرفون حتیٰ کہ سوئیں تو ایئرفون،اللہ نہ کرے اگر خاتمہ اسی حالت میں ہوگیا تو وہ خاتمہ بالشر ہوگا اور اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ "وَإِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالخَوَاتِيمِ"۔اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔(صحیح بخاری:۶۶۰۷)

(۳)نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک سبب بزرگ اور تجربہ کار لوگوں سے دوری اختیار کرنا ہے: کوئی کام کرنے سے پہلے بزرگ اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرتے رہنا چاہئے کیوں کہ یہ زندگی کے اتار چڑھاؤ سے واقف ہوتے ہیں،زندگی کے کئی ادوار سے ان کا آمنا سامنا ہو چکا ہوتا ہے،کہاں کیا اور کیسے کرنا چاہئے؟ یہ سب انہیں معلوم ہوتا ہے،اس لئے جب بھی نوجوان کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں تو اس میدان کے منجھے ہوئے لوگوں سے مشورہ کرلیں تا کہ ان کا مشن کامیاب رہے، بے شمار نوجوان دینی کام میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور انہیں دینی خدمات میں دلچسپی بھی ہے لیکن تجربہ کار اور بزرگ شخصیات سے ربط وضبط نہ ہونے کی بنا پر یا تو ان کا مشن فلاپ ہوجاتا ہے یا دینی خدمات کے لئے یہ صحیح روٹ سے ہٹ کر کوئی ایسا طریقہ اپنا لیتے ہیں جو دین کے لئے مفید نہیں بلکہ مضر ثابت ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں بزرگوں کا کوئی مقام نہیں،غیر تو غیر ایک نوجوان خود اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنا اپنے اوپر بوجھ سمجھتا ہے کیوں کہ عصر حاضر کے نوجوان نئی تہذیب کے دلدادہ ہو چکے ہیں، اور نئی تہذیب کا مقصد یہی نوجوان ہیں، پلاننگ ہوتی ہے تو انہیں کے لئے ،منصوبے بنتے ہیں تو انہیں کے لئے ،کلب کھلتے ہیں ،شراب کی دکانیں وجود میں آتی ہیں،ایک سے ایک گیم سامنے آتا ہے،سنیما ہالوں کی بہتات ہے،گانے وموسیقی کے آلات کی دن بدن بڑھوتری ہوتی جا رہی ہے، یہ سب کن کے لئے ہے؟ان سب کا نشانہ یہی نوجوان نسل ہے،اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کا نوجوان شہوت پرست ہو چکا ہے،اور اس پر افسوس تو یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلم نوجوان بھی ان برائیوں میں ملوث ہیں۔

(۴)نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب صلاحیت اور سوجھ

بوجھ کا صحیح استعمال نہ کرنا اور جذبات کی رو میں بہنا ہے: کہا جاتا ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے، یعنی جوانی میں خون گرم ہوتا اور خون کی گرمی انسان کو مزید گرم کردیتی ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی مسئلہ اگر پیش آجائے تو اسے نرم انداز میں سلجھانے کے بجائے جذبات سے بات کرتے ہیں، پھر مسئلہ سلجھنے کے بجائے مزید الجھ جاتا ہے، سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا جاتا ہے، سامنے کوئی ایسا انسان آگیا جو ہم سے غصے میں بات کرتا ہے تو اولاً ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی بات پر دھیان دیں کہ وہ کہنا کیا چاہتا ہے؟ اس کے اس غصے پر ہم آپے سے باہر نہ ہوجائیں، ہوسکتا ہے وہ حق بجانب ہو، وہ کچھ صحیح بات کہنا چاہتا ہو، لیکن ہمارے نوجوان بھائیوں کا حال یہ ہے کہ یہ بھی آستین چڑھانا شروع کردیتے ہیں کہ اب میدان جہاد میں آچکے ہیں یعنی اپنے جذبات کا غلط استعمال کر بیٹھتے ہیں، ایسی حرکتوں سے بھی ہمارے نوجوان بھائیوں کو بچنے کی ضرورت ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قوت فیصلہ اور علم جیسی نعمت بچپن میں نہیں بلکہ پختہ عمر یعنی جوانی میں عطا کیا اور یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس نعمت کا صحیح استعمال کیا، آپ کو یاد ہوگا کہ عزیز مصر کی بیوی نے جب یوسف علیہ السلام کو فحاشی پر اکسایا تھا تو انہوں نے اس کی دعوت ٹھکرادی اور اس کے دام فریب میں آنے سے انکار کردیا جبکہ وہ بالکل جوان تھے اور برائی میں پڑنے کا زیادہ امکان جوانی ہی میں ہوا کرتا ہے لیکن اس کے باجود یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو سنبھالا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا نقشہ بایں انداز کھینچا ہے: ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ، وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾ تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کرکے کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ، انہوں نے کہا کہ اللہ پناہ میں رکھے وہ (تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں، انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کرسکتا) بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی طرف کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام اس کا قصد کرتے اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھتے، یونہی ہوا کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کردیں بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ (یوسف: ۲۳۔۲۴)

گویا یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو برائی سے بچایا اور اپنی جوانی کا صحیح استعمال کیا نیز اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مخلص بندے قرار دیئے گئے، لہٰذا ایک انسان اس جوانی کا صحیح استعمال کرے، دماغ ان کاموں میں لگائے جس سے دین و دنیا کا فائدہ ہو، جس سے ملت کا فائدہ ہو، چونکہ یہ فہم وفراست اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے، اب اس نعمت کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حساب سے کیا جائے نہ کہ اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کا بے جا استعمال کیا جائے۔

(۵) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک سبب اپنا نمونہ اللہ کے رسول ﷺ کو نہیں بلکہ کسی اور کو بنانا ہے: چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، ہماری روزی، روٹی کا بندوبست کرکے ہمیں زندگی کا مقصد بتادیا اور ہمیں زندگی گزارنے کا طریقہ بتانے کے لئے بطور نمونہ ہمارے درمیان نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ (الأحزاب: ۲۱)

گویا رسول ﷺ کا اسوہ دنیا کی تمام اسووں سے اچھا ہے،

اب سمجھ داری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر موڑ پر رسول گرامی ﷺ سے رہنمائی حاصل کریں،لیکن آج کا نوجوان رسول ﷺ کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کا طریقہ اپنائے ہوئے ہے،آج نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ رسول ﷺ کو چھوڑ کر فلمی اداکار، کھلاڑی یا دنیا کے کسی اور معروف شخص کو اپنا اسوہ بناتا ہے،جیسا وہ لباس پہنے گا اسی طرح کا لباس آج کا نوجوان بھی اپناتا ہے،جیسا بال رکھے گا آج کا نوجوان طبقہ بھی اسی طرح کا بال رکھے گا حتیٰ کہ اگر وہ اداکار یا کھلاڑی اپنی انگلی یا جسم کا کوئی حصہ کاٹ لے تو کوئی بعید نہیں کہ آج کا نوجوان اس پر بھی عمل کر لے گا۔جیسا کہ نبی ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔"لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ،وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ،حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ، قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ: اليَهُودَ، وَالنَّصَارَى قَالَ: فَمَنْ" تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی (ایسی زبردست پیروی کروگے (حتیٰ کہ) ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز پر (یعنی ذرا سا بھی فرق نہ ہوگا) حتیٰ کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی داخل ہو گے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اور کون مراد ہوسکتا ہے؟(صحیح بخاری:۳۴۵۶،صحیح مسلم:۲۶۶۹)

(۶) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک سبب غلط صحبت یعنی کسی بد اخلاق اور بگڑے ہوئے انسان سے دوستی کرنا ہے: چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا"الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ"۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے کوئی (پہلے) اس شخص کو دیکھ لے جسے وہ دوست بنا رہا ہے۔(سنن أبی داؤد:۴۸۳۳)

اب عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ کسی سے دوستی کریں تو پہلے اسے جانچ لیں، پرکھ لیں،اگر وہ نیک سیرت انسان ہے تو اس سے دوستی کریں کیوں کہ انسان جس سے دوستی کرتا ہے اسی کی عادت و سیرت اور اسی کے طور طریقے کا پیرو کار ہوجاتا ہے،ہو سکتا ہے وہ شراب پیتا ہو اور جب آپ اس سے دوستی کرلیں گے تو اس کی بہت سی باتوں کے کاٹنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہو اور نتیجہ یہ ہو کہ آپ بھی اسی غلط عادت کے شکار ہوجائیں،ہوسکتا ہے وہ فلم دیکھنے میں دلچسپی لیتا ہو اور آپ فلم کے عادی نہیں ہیں لیکن یہ دوستی آپ کو فلم کا عادی بنادے،لہٰذا ماں باپ کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہمارا بچہ کس کے ساتھ کھیلتا ہے؟ کیسے لوگوں سے اس کی دوستی ہے؟ کیوں کہ سلف میں سے کسی نے کہا ہے کہ "الصاحب ساحب" ساتھی کھینچنے والا ہوتا ہے۔یعنی جیسا وہ ہوگا آپ کو بھی اسی طرح بنانے کی کوشش کرے گا۔

اسی صحبت کے حوالے سے اس بات کا تذکرہ بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ نوجوانوں کے بگڑنے کا ایک سبب انہیں بغرض تعلیم کالجوں اور ان اسکولوں میں ڈالنا ہے جہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ بچے کو انگلش نہ پڑھائیں تعلیم حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن ابھی کچے اذہان اور کورے کاغذ پر پہلے وہ چیز ثبت کریں جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں ضروری ہے،جو چیزیں انہیں مستقبل کی بربادی سے بچائیں،کم از کم انہیں دینی تعلیم سے تو آشنا کریں تاکہ وہ نماز وغیرہ کی پابندی کرنے لگیں اور آگے چل کر جب وہ کالجوں میں جائیں تو کالج کی ہوا انہیں متأثر نہ کرنے پائے،اگر ایسا نہ کریں گے تو بچہ جائے گا اور کالج میں اختلاط کا ماحول دیکھے گا تو سوچے گا کہ میں ہی کیوں پیچھے ہٹوں؟ اور وہ بھی اسی ماحول میں ڈھل جائے گا،آپ نے بھیجا تھا پڑھنے کے لئے پر وہ پڑھنے کے بجائے غلط قسم کی دوستی و تعلقات بنانے میں لگا رہے گا۔

بطور تفہیم ایک قصہ ملاحظہ کریں: ایک لڑکا پڑھنے میں کافی ذہین تھا،تمام بچوں میں تعلیمی اعتبار سے ممتاز تھا،انتھک محنت کرتا

تھااوراس کی محنت کا صلہ بھی اسے نتیجے کی شکل میں اچھا ملتا تھا،اس لڑکے کی اخلاقی حالت بھی قابل رشک ہوا کرتی تھی،تمام اساتذہ اس سے محبت کرتے تھے،وہ اول نمبر سے پاس ہوا کرتا تھا لیکن کچھ دنوں بعد اساتذہ نے دیکھا کہ جولڑکا اخلاقی وتعلیمی اعتبار سے تمام بچوں میں ممتاز تھا اب اس کی حالت کافی پست ہے اور وہ زوال کی طرف گامزن ہے،جب اساتذہ نے سبب دریافت کیا تو پتہ چلا کہ کچھ بد اخلاق بچوں کی دوستی نے اسے اس مقام پر پہونچایا ہے،ایک استاد نے اسے سمجھانا چاہا،بازار سے کچھ صحیح سیب لاکر اس بچے کو الماری میں رکھنے کے لئے دیا،پھر دوسرے دن بھی وہی استاد ایک سڑا ہوا سیب لائے اور اسی بچے سے کہا جاؤ جو سیب کل تم نے رکھے تھے اسی میں رکھ کر چلے آؤ،بچے نے ویسا ہی کیا،کچھ ایام گزرنے کے بعد استاد محترم نے لڑکے سے کہا بیٹا جو سیب میں نے تمہیں رکھنے کے لئے آج سے کچھ دنوں پہلے دئے تھے وہ لے آؤ،بچہ لے آیا،جب استاد نے بچے کے سامنے سیب کا گٹھر کھولا تو دیکھا کہ سارے سیب سڑ چکے ہیں تو اس بچے کو اسی سیب کی مثال دے کر سمجھانا شروع کیا کہ سارے سیب صحیح تھے لیکن ایک سڑا سیب اس میں رکھنے کی وجہ سے سارے سیب بیکار ہوگئے،اسی طرح جب بااخلاق بچے بداخلاق بچوں کا ساتھ اختیار کر لیتے ہیں تو با اخلاق بچے بھی بگڑ جاتے ہیں اور تمہاری حالت بروقت یہی ہے لہٰذا تم ان بداخلاق بچوں کے ساتھ رہنے سے بچو۔

(۷) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب علماء سے دوری بھی ہے: بروقت نوجوانوں کی بڑی تعداد علماء سے دوری بنائے ہوئے ہے جو ان کی گمراہی کا سبب بنی ہوئی ہے،کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ نوجوان کیوں علماء سے دوری بنائے ہوئے ہیں؟اس کے پیچھے دو اسباب ہیں۔

(۱) انٹرنیٹ کا استعمال: چونکہ بہت ساری دینی چیزیں انٹرنیٹ پر میسر ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب انٹرنیٹ پر پوری طرح سے تکیہ کر لیا جائے اور علماء سے دوری اور بے نیازی اختیار کی جائے یاد رہے کہ جیسے علماء کی ضرورت کل تھی آج بھی ویسے ہی ہے،اور آج ہی کیا تا قیامت آپ کو علماء سے مل کر رہنا ہوگا کیوں کہ ایک تو یہ کہ گرچہ دینی چیزیں انٹرنیٹ پر آگئی ہیں لیکن مستند و غیر مستند میں تمیز اور پھر ان کے سمجھنے کے لئے آپ کو علماء کا سہارا لینا ہوگا،دین کا کوئی مسئلہ بغیر کسی عالم کے سمجھنا مشکل ہوا کرتا ہے اور مشکل ہی نہیں بلکہ گمراہی کا سبب ہوا کرتا ہے۔

ذرا غور کریں کہ جو مضمون یا جو مسئلہ آپ نے انٹرنیٹ پر دیکھا ہے کیا کوئی ضروری ہے کہ وہ کسی مسلمان ہی کا پیش کردہ ہو؟ بروقت اسی نیٹ کے سہارے مسلم نوجوانوں کو ورغلانے اور بہکانے کے لئے دشمنان اسلام نے نت نئے ہتھکنڈے اپنا لئے ہیں،آج دشمنان اسلام اپنا لکھا ہوا مضمون نیٹ پر ڈال دیتے ہیں لیکن مصنف کے طور پر اپنا نہیں بلکہ کسی معروف ومشہور عالم کا نام دیتے ہیں،اب حق وناحق پرکھنے کی پوری صلاحیت آپ کے اندر نہیں ہے،ہوسکتا ہے کسی نے اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات لکھ دی ہو جس کی حقیقت آپ کو نہ معلوم ہو اور آپ نے انٹرنیٹ پر پورا انحصار کر لیا ہے،اسی لئے کسی عالم کی طرف رجوع بھی نہیں کیا نتیجہ یہ نکلا کہ اس دشمن اسلام کے فریب کا آپ شکار ہوگئے،اگر آپ علماء سے تعلق جوڑ کر رکھتے تو گمراہی سے بچ جاتے۔

(۲) علماء سے دوری کا ایک سبب علماء کی ناقدری ہے: فضیلۃ الدکتور سلمان الرحیلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں ''آج کی یہ نوجوان نسل ان علماء کی تضحیک کرتی ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی قرآن وسنت کے سیکھنے اور سکھانے میں لگادی،یہ وہ لوگ ہیں جن کی امانت داری اور سچائی کی گواہی تقویٰ دار لوگوں کے زبان زد عام ہے اور انہیں کے ذمہ علم کی تدریس اور فتوے دینا ہے لیکن ان سب کے باوجود یہ نوجوان نسل انہی علماء کو حقارت کی نظر سے دیکھتی اور ان کا

مذاق اڑاتی ہے، ان کا یہی عمل ان کو انسانی شیطانوں کے لئے ایک آسان شکار بنا دیتا ہے اور جسکا نتیجہ گالی گلوچ، شکوک وشبہات اور اپنی رائے وخواہشات کی پیروی کی شکل میں ابھر کر سامنے آتا ہے، اے اللہ کے بندو! آپ کو اس وقت افسوس ہوتا ہوگا جب ایسے نوجوان کو دیکھتے ہونگے جو اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کے حوالے سے غافل ہے، وہ فرائض کا تارک اور ممنوعہ اعمال کا مرتکب ہوتا ہے، لیکن پھر بھی اس کے منہ سے علماء کے لئے گالی نکلتی ہے، وہ کہتا ہے کہ ہمیں ان علماء کی ضرورت نہیں، ہم ان علماء کو سننا چاہتے ہیں جو ہمیں یہ نہ کہیں کہ یہ چیز حرام ہے، وہ ہمیں یہ نہ کہیں کہ یہ چیز فرائض میں سے ہے، وہ کہتے ہیں جن اکابر علماء کی آپ بات کر رہے ہیں ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہی ان کو سننا چاہتے ہیں، ان کے بیانات میں تو صرف نصیحت، غصہ اور ڈرانا ہی ہوتا ہے جو کہ ہماری نسل کو ذمہ دار بنانے کے لئے کافی نہیں، جب آپ ایک ایسے نوجوان کو دیکھتے ہیں جس میں آپ کو اچھائی نظر آئے گی، اس میں آپ کو سنت کی جھلک نظر آئے گی، اس کے عمل میں نیکی نظر آئیگی، لیکن ان سب کے باوجود آپکا دل روئے گا جب آپ اس نوجوان کو ان مجمعوں میں دیکھیں گے جہاں علماء کی بے عزتی ہوتی ہے، ان کو گالیاں دی جاتی ہیں، ان کو حقیر سمجھا جاتا اور انکا مذاق اڑایا جاتا ہے، میرے بھائیو! یہ گمراہ عمل گمراہی کے اسباب میں سے ایک ہے، اس کا حل یہ ہے کہ نوجوان نسل میں علماء کی عزت، ان کے حقوق، ان کے مرتبے، ان کے علم وغیرہ کی اہمیت اجاگر کی جائے، ان مجمعوں سے ان کو درس وتدریس اور آگاہی کے ذریعے سے بچایا جائے جہاں علماء کی تضحیک ہوتی ہے۔ (انحراف الشباب: ص: ۱۹۔۲۰)

(۸) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب وقت پر نکاح نہ کرنا ہے: چونکہ آدمی جب جوان ہوجاتا ہے تو اس کے جذبات اسے برائیوں پر برانگیختہ کرنے لگتے ہیں اور ایسی عمر میں کسی بھی انسان کا اپنے آپ کو برائیوں سے بچانا مشکل ہوا کرتا ہے کیوں کہ ایسی صورت میں شیطان بھی پوری طرح سے حاوی ہوا کرتا ہے، اس لئے ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ جوان ہوتے ہی بچوں کی شادیاں کر دیا کریں تاکہ بچے بے راہ روی کا شکار نہ ہوں اور یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے خصوصی طور سے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا "يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"، اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جسے بھی نکاح کرنے کی مالی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی بوجہ غربت نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۶۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۰)

مذکورہ حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں (۱) اولاً یہ کہ یہاں اللہ کے رسول ﷺ نے نوجوانوں ہی کو کیوں کہا؟ کیوں کہ برائیوں کے صدور کا جتنا امکان نوجوانوں سے ہوتا ہے یا برائیوں کے صدور کا امکان جتنا جوانی میں ہوتا ہے اتنا معمر افراد یا بزرگی میں نہیں ہوا کرتا، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے نوجوانوں ہی کو خاص کر کے نشانہ بنایا ہے، ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ شادی صرف جوان ہی کرے اگر عمر دراز آدمی بھی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ بظاہر یہاں نبی ﷺ نے شادی کے لئے نوجوانوں کو مخاطب کیا ہے حالانکہ اس میں نوجوانوں کے ساتھ ان کے ماں باپ بھی شامل ہیں، نوجوانوں کو اس حیثیت سے ٹارگیٹ کیا ہے کہ بسا اوقات بچے شادی کی عمر کو پہونچ جانے کے بعد بھی شادی سے انکار کر دیتے ہیں کیوں کہ ابھی وہ کماتے نہیں بلکہ پڑھتے ہیں یا کوئی کام سیکھتے ہیں حالانکہ یہ عذر درست نہیں ہے، اور ذمہ داروں کو اس حیثیت سے ٹارگیٹ کیا ہے کہ بچوں کی شادی کی ذمہ داری انہیں کے ذمہ ہوا کرتی ہے بسا اوقات یہی سوچ کر یہ بھی شادی نہیں کرتے

کہ ابھی وہ کچھ کرتے نہیں ہیں، ایسی صورت میں شادی کر کے میں بٹھا کر کھلاؤں پلاؤں، جب اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے تب شادی کروں گا لیکن نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک وہ پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے تب تک اس کے گھٹنے میں درد شروع ہو چکا ہوتا ہے، گویا یہاں اللہ کے رسول ﷺ نے ذمہ داروں کو بھی تنبیہ کیا ہے کہ آپ جوان ہوتے ہی اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کر دو۔

(۹) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک سبب دینی تعلیم سے دوری ہے:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ،، علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔(سنن ابن ماجة :۲۲۴)

یہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے جس علم کی بات کی ہے وہ دین کی بنیادی باتوں کا علم ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ ڈاکٹر یا انجینئر نہ بنیں، آپ جو بننا چاہیں وہ بنیں پر پہلے دین کا اتنا علم ضرور حاصل کر لیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کو پہچان سکیں، اللہ کے رسول ﷺ کو جان سکیں، تاکہ دنیا کی ہوا آپ کا دل و دماغ صحیح راستے سے پھیر نہ سکے، آپ کی پیدائش کا ایک مقصد ہے اور ظاہری بات ہے کہ آپ کا یہ مقصد دینی تعلیم ہی سے حاصل ہوگا، آپ کے پاس ماں باپ ہیں، بھائی بہن ہیں، پڑوسی ہیں، خود آپ کے رشتہ دار ہیں، ان تمام کا آپ کے اوپر حق ہے لیکن ان کے حقوق کی ادائیگی آپ سے اسی وقت ہوگی جب آپ دینی تعلیم سے بہرہ ور ہوں گے۔ نماز کیسے پڑھنا ہے؟ زکوۃ کیسے دینی ہے؟ روزے کے کیا احکام و مسائل ہیں؟ آپ کو یہ سب اسی وقت معلوم ہوگا جب آپ دینی تعلیم حاصل کریں گے، اگر آپ نے اس پر توجہ نہیں دیا تو یہ آپ کے لئے بہت بڑا فساد ہوگا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک انسان عشق و معاشقہ میں مبتلا ہے، بداخلاق ہے تو وہ بگڑا ہے اور بگاڑ کا یہی معنی سماج میں لیا جاتا ہے حالانکہ یہ بگاڑ کی ایک محدود شکل ہے، صحیح معنوں میں بگاڑ تو یہ ہے کہ ایک انسان اللہ کو نہ پہچان سکے، اللہ کے رسول ﷺ کو نہ جان سکے، عبادات و معاملات کی انجام دہی شریعت کے مطابق نہ کر سکے، اپنی زندگی کا مقصد نہ جان سکے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت نہ ہونے کی وجہ سے انسان شرک جیسے خطرناک گناہ کا شکار ہو جاتا ہے، رسول گرامی ﷺ کو نہ جاننے کی وجہ سے کوئی بھی عبادت صحیح طریقے سے انجام نہیں دے پاتا ہے بلکہ بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے وغیرہ۔

(۱۰) نوجوانوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب بچپن ہی سے توجہ نہ دینا ہے: نوجوانوں سے ماں باپ کو کافی شکایتیں ہوا کرتی ہیں کہ بچہ وقت پر گھر نہیں آتا، کوئی کام نہیں کرتا، مدرسہ نہیں جاتا، ہماری بات نہیں مانتا حتیٰ کہ بات بات پر گالیاں بھی دیا کرتا ہے وغیرہ۔

حالانکہ اگر انکے حالات زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس میں ماں باپ ہی کی کارستانیاں نظر آتی ہیں، چونکہ بچے کو سمجھانے کی صحیح عمر اس کا بچپن ہوا کرتا ہے، بڑا ہونے پر ماں باپ بچے کو سنبھالنے سے معذور ہوتے ہیں، اس لئے بچپن ہی میں کچھ ایسا کیا جائے کہ جوان ہونے پر بچہ انسان ہو کر رہے، لیکن یہی نوجوان جب بچہ ہوتا ہے ماں باپ کو اس کی غلطیاں اچھی لگتی ہیں، جب وہ گالی دیتا ہے تو اس پر پھولے نہیں سماتے ہیں، اسے سمجھانے اور ڈانٹنے کے بجائے اس غلطی پر اسے حوصلہ دیتے ہیں، نماز کو نہ جائے کوئی فکر نہیں، بچہ کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ اس کا کوئی غم نہیں، کیا بولتا ہے؟ اس پر کوئی توجہ نہیں، اب جب کہ جوان ہوا ہے تو وہی غلطیاں کرتا ہے جو بچپن میں کرتا تھا تو ماں باپ کو نزلہ آنا شروع ہوتا ہے، جا بجا شکایتیں کرنے میں مصروف ہوتے ہیں پر اس پر دھیان نہیں دیتے ہیں کہ اصل غلطی تو ہم سے ہوئی ہے، اگر ہم نے اس پر توجہ دیا ہوتا تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

یہ تھے نوجوانوں کے بگاڑ سے متعلق کچھ اہم اسباب جن پر اگر غور کیا جائے تو بگڑے ہوئے نوجوانوں کے مسائل کا تدارک کافی حد تک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کی اصلاح فرمائے آمین۔

تحقیق وتخریج

"أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللهَ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ"

تحقیق کے میزان پر

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على رسوله الامين، امابعد:

محترم قارئین! ایک بھائی نے سوال کیا کہ:

مذکورہ دعاء کی جوفضیلت کتب احادیث میں مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے یانہیں؟۔۔۔ برائے مہربانی رہنمائی فرمائیں۔

اپنے اس بھائی کے مطالبے کو پورا کرتے ہوئے مذکورہ دعاء کی مفصل تحقیق پیش کی جارہی ہے۔

بغورملاحظہ فرمائیں :

مذکورہ دعاء کتب احادیث میں درج ذیل صحابہ کرام سے، مختلف تعداد اور مختلف فضیلت کے ساتھ مروی ہے۔

(۱) **سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ**

(۲) **سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ**

(۳) **سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ**

(۴) **سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ**

لیکن یہ ساری کی ساری روایتیں نا قابل التفات اور نا قابل احتجاج ہیں۔

تفصیل پیش خدمت ہے :

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت:

❁ امام ابواحمد بن عدي الجرجاني رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا علان، حَدَّثَنا عيسى بن حماد، حَدَّثَنا اللَّيْثُ، عَنِ الْخَلِيلِ بْنِ مُرَّةَ حَدَّثَ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ وَابْنِ أَبِي مَرْيَمَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ جَمِيعًا، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، كَتَبَ اللهُ لَهُ أَرْبَعِينَ أَلف أَلف حسنة".

(**ترجمہ**) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کہا کہ: "أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ"۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا ساجھی وشریک نہیں ہے، وہ تن تنہا اور بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا یہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔ تو اللہ تعالی اس کے لئے چار کروڑ نیکی لکھ دیتا ہے"۔

(**تخریج**) الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه:۳/۵۰۸، ت:۲۱۰،واللفظ له والعلل المتناهية في الأحاديث الواهية لابن الجوزى بتحقيق ارشاد الحق الاثرى: ۲/ ۳۵۱،ح:۱۳۹۸.

(**حکم حدیث**) "هذا حديث منكر واسناده ضعيف"۔ "یہ منکر حدیث ہے اور اس کی سند ضعیف ہے"۔

❁ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"هَذَا حَدِيثٌ لايَصِحُّ"۔"یہ حدیث صحیح نہیں ہے"۔

(سبب) روایت ہذا کی سند میں: **خلیل بن مرہ الضبعی البصری** ہے جو کہ ضعیف منکر الحدیث راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ):

"ضَعِيفٌ".(المجروحین بتحقیق محمود ابراھیم: ۱/۲۸۶،ت: ۳۱۱،واسنادہ صحیح)

❁ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ):

(۱)"فيه نَظَرٌ".(التاریخ الکبیر بحواشی محمود خلیل :۳/ ۱۹۹،ت:۶۷۹)

(۲)"مُنْكَرُ الحَدِيثِ".(سنن الترمذي بتحقیق بشار عواد: ۴/۳۳۶،ح:۲۶۶۶)

(۳)"وروى خليل بن مرة عن سَعِيد بن عَمْرو عَن أَنَس مناكير". (الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه:۳/۵۰۴،ت:۶۱۰،واسناده صحيح)

❁ امام ابو حاتم محمد الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ):"ليس بقوي في الحديث، هو شيخ صالح"۔"یہ حدیث میں قوی نہیں ہے، یہ نیک وصالح شیخ ہے"۔(الجرح والتعدیل بتحقیق المعلمی:۳/۳۷۹،ت:۱۷۲۹)

❁ امام احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۰۳ھ):"ضعيف".(الضعفاء والمتروکون بتحقیق محمود إبراهيم، ص:۳۸،ت:۱۷۸)

❁ امام ابن الجارود رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۷ھ):"فيه نظر".(إکمال تهذیب الکمال بتحقیق عادل واسامة:۴/۲۲۶،ت: ۱۴۱۷،وقد نقله المؤلف من کتابه الضعفاء)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ):

(۱)"مُنكر الْحَدِيث عَن الْمَشَاهِير، كثير الرِّوَايَة عَن المجاهيل"۔"مشہور رواۃ سے منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے اور مجہولین سے کثرت سے روایت کرنے والا ہے"۔ (المجروحین بتحقیق محمود ابراهیم: ۱/۲۸۶،ت: ۳۱۱)

(۲)"ضَعِيف".(الثقات:۹/۳۷،ت:۱۵۲۴۸)

❁ امام ابو احمد بن عدي الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ):

(۱)"وللخليل أحاديث غير ما ذكرته أحاديث غرائب، وَهو شيخ بصري وقد حدث عنه الليث وأهل الفضل ولم أر في أحاديثه حديثا منكرا قد جاوز الحد، وَهو في جملة من يكتب حديثه وليس هو متروك الحديث"۔"میری ذکر کردہ روایتوں کے علاوہ خلیل بن مرہ کی اور بھی کئی غریب احادیث ہیں، موصوف بصری شیخ ہے، ان سے امام لیث اور اہل فضل نے روایت کیا ہے، ان کی احادیث میں میں نے کوئی ایسی منکر روایت نہیں دیکھی جو حد سے تجاوز کرتی ہو، موصوف ان لوگوں میں سے ہیں جن کی احادیث لکھی جاتی ہیں اور یہ متروک الحدیث نہیں ہے"۔(الکامل في ضعفاء الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاءه:۳/۵۰۹،ت:۶۱۰)

(۲)"ضعيف جدا"۔"سخت ضعیف ہے"۔(المصدر السابق:۲/۳۸۲،ت:۳۴۳)

❁ امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ)

(۱)"وَهُوَ مِنَ الضُّعَفَاءِ الَّذِينَ يُكْتَبُ حَدِيثُهُمْ"۔"یہ ان ضعفاء میں سے ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے"۔(شعب الإيمان بتحقيق الدكتور عبد العلي:۴/۱۵۱،تحت الحديث: ۲۳۱۸)

(۲)"وَهُوَ ضَعِيفٌ".(القضاء والقدر بتحقیق محمد بن عبد

الله،ص:۲۹۵،ح:۴۵۹)

۞ امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) :"ضَعَّفُوهُ"۔"محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے"۔ (تلخيص كتاب الموضوعات بتحقيق أبي تميم ياسر ،ص:۷۰، ح:۱۴۹)

۞ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ):

(۱) "ضعيف".(تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة ،ص:۱۹۶،ت:۱۷۵۷)

(۲) "وهو منكر الحديث".(التلخيص الحبير بتحقيق الدكتور محمد الثاني:۸۸۶/۲)

(۳) "وهو واه"۔ "یہ سخت ضعیف ہے"۔(المصدر السابق:۲۰۳۹/۴)

تفصیل کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزی بتحقيق بشار عواد:۳۴۲/۸،ت:۱۷۳۲،وغيره.

(فائدہ) زیر بحث روایت میں یزید بن ابان الرقاشی بھی ہے جو ضعیف اور قصہ گو راوی ہے اور بعض ائمہ کرام نے اسے متروک قرار دیا ہے لیکن برید بن ابی مریم رحمہ اللہ نے ان کی متابعت کی ہے جو ثقہ ہیں۔

۞ **اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:**

(تنبیہ نمبر:۱) امام ابن الجوزی رحمہ اللہ مذکورہ روایت کے تحت فرماتے ہیں:"والخليل ويزيد وابن أَبِي مريم كلهم ضعفاء بمرة"۔"خلیل، یزید اور ابن ابی مریم، یہ سب کے سب سخت ضعیف ہیں"۔(العلل المتناهية)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کا برید بن ابی مریم السلولی رحمہ اللہ کو سخت ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ ثقہ راوی ہیں۔

یہ آپ رحمہ اللہ کا وہم ہے۔واللہ اعلم.

(تنبیہ نمبر:۲) امام ابن شاہین رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

"ثِقَة، قَالَ أَحْمد بن صَالح: مَا رَأَيت أحدا يتَكَلَّم فِيهِ وَرَأَيت أَحَادِيثه عَن قَتَادَة وَيحيى بن أبي كثير صحاحا وانما اسْتغنى عَنهُ البصريون لِأَنَّهُ كَانَ خاملا وَلم أر أحدا تَركه وَهُوَ ثِقَة"۔"خلیل ثقہ ہیں۔احمد بن صالح المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو ان کی بابت کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔میں نے قتادہ اور یحیی بن ابی کثیر سے ان کی صحیح روایتیں دیکھی ہیں۔بصری لوگ ان سے بے رغبت رہے کیونکہ آپ مشہور نہیں تھے اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے خلیل کو ترک کیا ہو۔یہ ثقہ ہیں"۔(تاريخ أسماء الثقات بتحقيق صبحي السامرائي، ص:۷۹،ت:۳۳۲)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ :

(۱) جمہور ائمہ کرام کی جرح کے مقابلے میں مذکورہ توثیق نا قابل التفات ہے۔

(۲) شیخ محمد عمرو عبد اللطیف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:"ووثقه ابن شاهين - تبعا لأحمد بن صالح المصري- فلم يصيبا""امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے- امام احمد بن صالح المصری رحمہ اللہ کی متابعت میں-خلیل کی توثیق کی ہے اور وہ دونوں درستگی کو نہیں پہنچے"۔(تبييض الصحيفة بأصول الأحاديث الضعيفة:۴۸/۲)

(۲) دکتور عبد الرحیم القشقری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:"في قول أحمد بن صالح: ما رأيت أحداً يتكلم فيه. نظر فقد تكلم فيه الأئمة: فقال البخاري: منكر الحديث، وقال أبو حاتم: ليس بقوي، وقال ابن حجر: ضعيف."""احمد بن صالح -رحمہ اللہ- کے قول:" میں نے کسی کو ان کی بابت کلام کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے"۔میں نظر ہے کیونکہ ائمہ کرام نے ان پر کلام کیا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: منکر الحدیث۔امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: لیس بقوی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: ضعیف"۔(في تحقيق المختلف فيهم لابن

شاهين، ص: ۳۰)

❁ زیر بحث روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے لیکن وہ بھی نا قابل التفات ہے:

تفصیل پیش خدمت ہے :

❁ امام ابوالقاسم علی بن الحسن، المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی:۵۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين بن أبي الحديد ،أنبأنا جدي أبو عبد الله، أنبأنا أبو طاهر الحسين ابن محمد بن الحسين بن عامر المقرئ إمام الجامع، أنبأنا القاضي أبو محمد عبد الله بن محمد بن عبد الغفار بن ذكوان بدمشق، حدثنا أبو علي محمد بن سليمان بن حيدرة ، حدثنا أبو سليم إسماعيل بن حصن، حدثنا أبو المغيرة، حدثنا إسماعيل بن عياش ، حدثنا عبد الله ابن عبد الرحمن بن أبي حسين المكي، قال سمعت أنس مالک يقول: "قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم): من آغاث ملهوفا أعانه غفر الله له ثلاثا و سبعين مغفرة واحدة في الدنيا و اثنتين و سبعين في الدرجات العلى من الجنة و من قال: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له أحدا صمدا لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفؤا أحد ، كتب الله له بها أربعين ألف ألف حسنة".

(**تخریج**) تاريخ دمشق لابن عساكر بتحقيق عمرو بن غرامة العمروي:۵۳/۱۱۸،ت:۶۴۱۲.

(**حکم حدیث**) "هذا حديث منكر واسناده ضعيف جدا"۔ ''یہ منکر حدیث ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے''۔

(**وجہ ضعف**) روایت ہذا کی سند میں دو (۲) علتیں ہیں:

(۱) **ابوعلی محمد بن سلیمان الاطرابلسی : آپ کی بابت جرح وتعدیل کا کوئی کلمہ نہیں مل سکا۔**

آپ کا ترجمہ تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے۔ دیکھیں:(۵۳/۱۱۷، ت:۶۴۱۲) لیکن وہاں جرح وتعدیل کا کوئی کلمہ ذکر نہیں ہے۔

(۲) **اسماعیل بن عیاش العنسی :آپ جب شامیوں سے روایت کریں تو ان کی روایت صحیح ہوتی ہے اور جب شامیوں کے علاوہ سے روایت کریں تو ان کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔اور بسا اوقات منکر بھی ہوتی ہے۔**

علماء کے اقوال کے لئے دیکھیں، راقم کا مضمون: **سفید مرغ اور تین چیزوں سے حفاظت۔**

مزید کچھ اقوال پیش خدمت ہیں:

❁ امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ) :"فَأَما حَدِيث غَيرهم عِنْده مَنَاكِير"۔"جو احادیث شامیوں کے علاوہ سے ہیں تو ان کے پاس منکر روایتیں ہیں"۔ (سؤالات أبي داود بتحقيق زياد محمد، ص:۲۶۴،ت:۳۰۰)

❁ امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۴ھ): "صدوق إلا أنه غلط في حديث الحجازيين و العراقيين "۔"صدوق راوی ہیں لیکن انہوں نے حجازیوں اور عراقیوں سے روایت کرنے میں غلطی کی ہے"۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۲/۱۹۲،ت:۶۵۰)

❁ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی ،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ):"كَانَ إِسْمَاعِيل بْن عَيَّاش من الْحفاظ المتقنين فِي حداثته فَلَمَّا كبر تغير حفظه فَمَا حفظ فِي صباه و حداثته أَتَى بِهِ عَلَى جِهَته وَمَا حفظ عَلَى الْكبر من حَدِيث الغرباء خلط فِيهِ وَأَدْخل الْإِسْنَاد فِي

الْإِسنَاد وألزق الْمَتْن بِالْمَتْنِ وَهُوَ لَا يعلم وَمن كَانَ هَذَا نَعته حَتَّى صَار الْخَطَأ فِي حَدِيثه يكثر خرج عَن الِاحْتِجَاج بِهِ فِيمَا لَمْ يخلط فِيهِ"۔"اسماعیل بن عیاش اپنی جوانی میں متقن حفاظ میں سے تھے۔جب آپ بڑی عمر کو پہنچ گئے تو آپ کا حافظہ متغیر ہو گیا تو جو کچھ آپ نے اپنی جوانی میں یاد کیا تھا اسے آپ نے ویسا ہی بیان کیا جیسا سنا تھا اور جو کچھ آپ نے بڑھاپے میں دوسرے علاقے کے محدثین کی احادیث میں سے یاد کیا اس میں آپ اختلاط کا شکار ہو گئے۔اور لاعلمی میں ایک سند کو دوسرے سند میں داخل کر دیا اور ایک متن کو دوسرے متن میں لگا دیا۔اور جو شخص اس طرح کا ہو کہ اس کی حدیثوں میں غلطیاں بکثرت ہوں تو وہ ان احادیث میں بھی قابل احتجاج نہیں ہوتا جن میں وہ اختلاط کا شکار نہیں ہوا تھا"۔(المجروحین بتحقیق محمود إبراهيم: ۱/ ۱۲۴، ت:۴۳)

۞ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۰۵ھ):"اسماعيل بن عياش مع جلالته اذا انفرد بحديث لم يقبل منه لسوء حفظه"۔"اسماعیل بن عیاش اپنی جلالت کے باوجود جب کسی حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہوں تو ان کے سوء حفظ کی وجہ سے، وہ حدیث ان سے قبول نہیں کی جائے گی"۔(سؤالات مسعود بن علي السجزي بتحقيق موفق بن عبد الله، ص:۲۱۷، ت:۲۷۹)

۞ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ):

(۱)"الحمصي شيخ الشاميين ليس بالقوي وحديثه عن الحجازيين منكر ضعيف بخلاف الشاميين"۔"یہ حمصی، شامیوں کے شیخ ہیں۔یہ قوی نہیں ہیں اور ان کی حدیث حجازیین سے منکر ضعیف ہے، شامیوں کے برخلاف"۔(من تكلم فيه وهو موثق بتحقيق محمد شكور، ص:۴۷، ت:۳۸)

(۲)"الحَافِظُ، الإِمَامُ، مُحَدِّثُ الشَّامِ، بَقِيَّةُ الأَعْلاَمِ".

(۳)"وَرَوَى أَيْضاً عَنْ: زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، وَسُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ، وَأَبِي طُوَالَةَ، وَعَبْدِ اللهِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بنِ أَبِي حُسَيْنٍ... وَلَيْثِ بنِ أَبِي سُلَيْمٍ، وَخلقٍ مِنَ الحِجَازِيِّينَ وَالعِرَاقِيِّينَ وَهُوَ فِيهِم كَثِيْرُ الغَلَطِ بِخلاَفِ أَهْلِ بَلَدِهِ، فَإِنَّهُ يَحفظُ حَدِيْثَهُم، وَيَكَادُ أَنْ يُتْقِنَهُ - إِنْ شَاءَ اللهُ -"۔"انہوں نے زید بن اسلم، سہیل بن ابی صالح، ابوطوالہ، عبداللہ بن عبد الرحمن بن ابی حسین۔۔، لیث بن سلیم اور حجازیوں اور عراقیوں میں سے ایک جماعت سے روایت کیا ہے اور آپ ان سے روایت کرنے میں کثیر الخطا ہیں برخلاف اپنے شہر والوں کے کہ آپ کو ان کی حدیثیں یاد تھیں۔اور قریب ہے کہ انہیں۔ان شاء اللہ۔یہ حدیثیں پختہ طور پر یاد تھیں"۔(سیر أعلام النبلاء بتحقيق مجموعة من المحققين:۸/ ۳۱۲۔۳۱۳)

اور زیر بحث روایت کو انہوں نے شامی سے روایت نہیں کیا ہے۔

۞ سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کی روایت:

۞ امام ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ الخَلِيلِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَزْهَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:"مَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا، لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ، كَتَبَ اللَّهُ لَهُ أَرْبَعِينَ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ".

(قال الترمذی رحمه الله): هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا

نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَالخَلِيلُ بْنُ مُرَّةَ لَيْسَ بِالقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِ الحَدِيثِ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: هُوَ مُنْكَرُ الحَدِيثِ".

(ترجمہ) سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس مرتبہ یہ کلمات کہے گا: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا، لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا ساجھی وشریک نہیں ہے، وہ تن تنہا اور بے نیاز ہے، اس کی بیوی اور بچے نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے" تو اللہ تعالی اس کے لئے چار کروڑ نیکی لکھ دیتا ہے"۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی طریق سے جانتے ہیں۔ خلیل بن مرہ یہ اصحاب الحدیث کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔

(تخریج) سنن الترمذي بتحقيق بشار عواد: ۵/ ۳۹۱، ح: ۳۴۷۳، واللفظ له ومسند الإمام أحمد بن حنبل بتحقيق الارنووط و رفقائه: ۲۸/ ۱۵۱، ح: ۱۶۹۵۲، والمعجم الكبير للطبراني بتحقيق حمدى السلفى: ۲/ ۵۷، ح: ۱۲۷۸، وعمل اليوم و الليلة بتحقيق الشيخ سليم الهلالى: ۱/ ۱۹۱، ح: ۱۲۷، و الترغيب في فضائل الأعمال لابن شاهين بتحقيق محمد حسن محمد، ص: ۹، ح: ۶، ومعرفة الصحابة لابى نعيم بتحقيق عادل بن يوسف العزازي: ۱/ ۴۵۱، ح: ۱۲۱۳، والكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه: ۳/ ۵۰۵، ت: ۶۱۰، وغيرهم.

(حکم حدیث) "هذا حديث منكر و اسناده ضعيف منقطع"۔ "یہ منکر حدیث ہے اور اس کی سند ضعف منقطع ہے"۔

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ: "ضعيف جدا"۔ "یہ حدیث سخت ضعیف ہے"۔ (الضعيفة: ۱۳/ ۶۸۸، ح: ۶۳۱۳)

❁ شیخ سلیم الہلالی حفظہ اللہ: "وهذا إسناد ضعيف؛ فيه علتان:۔۔۔" "یہ سند ضعیف ہے، اس میں دو علتیں ہیں:۔۔۔"۔

❁ شیخ شعیب اور ان کی ٹیم: "إسناده ضعيف، لضعف خليل بن مرة- وهو الضَّبَعي البصري- ولانقطاعه، الأزهر بن عبد الله لم يسمع من تميم الداري"۔ "اس کی سند خلیل بن مرہ کے ضعف اور انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، ازہر بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے تمیم الداری رحمہ اللہ سے نہیں سنا ہے"۔

❁ شیخ محمد بن رزق حفظہ اللہ: "فلا يبعد ان يكون هذا الاسناد من منكراته"۔ "یہ بعید بات نہیں ہے کہ یہ سند خلیل بن مرہ کے منکرات میں سے ہو"۔ (في تحقيق فضائل سورة الاخلاص للخلال، ص: ۹۹، تحت الحديث: ۵۲)

(سبب) روایت ہذا میں دو علتیں ہیں:

(۱) خلیل بن مرہ الضبعی البصری : یہ ضعیف منکر الحدیث راوی ہے۔

ان کی بابت علماء کے اقوال گزر چکے ہیں۔

(۲) سند میں انقطاع ہے۔

روایت ہذا میں ازہر بن عبد اللہ الحرانی رحمہ اللہ نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام یوسف بن عبد الرحمن المزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۲ھ) فرماتے ہیں: "رَوَى عَن: تميم الداري مُرْسلاً"۔ "ازہر بن عبد اللہ الحرانی رحمہ اللہ نے تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت کیا ہے"۔ (تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزى بتحقيق بشار عواد: ۲/ ۳۲۷، ت: ۳۱۰) لہٰذا سند میں انقطاع ہے۔

❁ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(**تنبیہ نمبر: ۱**) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی میں یہی روایت اس طرح ہے: "مَنْ قَالَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهَ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ...."۔ جس شخص نے نماز فجر کے بعد کہا: "أَشْهَدُ أَنْ ۔۔۔"۔

(**تنبیہ نمبر: ۲**) مسند احمد، المعجم الکبیر للطبرانی، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی اور الترغیب فی فضائل الاعمال لابن شاہین میں ہے: "كَتَبَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ أَرْبَعِينَ أَلْفَ حَسَنَةٍ" یا "كُتِبَ لَهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ حَسَنَةٍ"۔ "یعنی اللہ تعالی اس کے لئے چالیس ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے یا لکھ دی جاتی ہیں"۔

اور معرفۃ الصحابہ لابی نعیم میں ہے کہ: "كتب الله له أربع آلاف حسنة"۔ "اللہ تعالی اس کے لئے چار ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے"۔

لیکن ان میں: "بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ" کا اضافہ نہیں ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت:

❁ امام ابو طاہر محمد بن عبد الرحمن البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۹۳ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا عبدُاللهِ(بنُ محمدٍ البغويُّ): حدثنا عبدُالملكِ بنُ عبدِالعزيزِ أبو نصرٍ التمارُ: حدثنا حمادُ بنُ سلمةَ، عن أبي الورقاءِ - قالَ ابنُ منيعٍ: واسمُهُ فائدُ بنُ عبدِالرحمنِ -، عن عبدِاللهِ بنِ أبي أَوفى - قالَ ابنُ منيعٍ: بلَغَني أنَّ اسمَ أبي أَوفى علقمةُ - قالَ: قالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "مَن قالَ أحدَ عشرةَ مرةً: لا إلَه إلا اللهُ وحدَهُ لا شريكَ له، أَحداً صَمداً، لم يلدْ ولم يُولدْ، ولم يكنْ له كُفواً أَحدٌ، كَتبَ اللهُ له ألفي ألفِ حسنةٍ".

(**ترجمہ**) سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گیارہ (۱۱) مرتبہ یہ کلمات کہے گا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، أَحَدًا صَمَدًا، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ"۔ "اللہ تعالی کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا ساجھی وشریک نہیں ہے، وہ تن تنہا اور بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔ تو اللہ تعالی اس کے لئے بیس لاکھ نیکی لکھ دیتا ہے"۔

(**تخریج**) المخلصيات بتحقيق نبيل سعد الدين جرار: ۱/ ۱۵۵، ح: ۱۲۵، واللفظ له و۳/ ۱۸، ح: ۱۹۰۷، وأمالي المحاملي - رواية ابن يحيى البيع بتحقيق الدكتور إبراهيم القيسي، ص: ۴۴۰، ح: ۵۲۳، ومعجم ابن الأعرابي بتحقيق عبد المحسن بن إبراهيم: ۳/ ۱۰۹۶، ح: ۲۳۶۱، وفضائل سورة الإخلاص للخلال بتحقيق محمد بن رزق، ص: ۹۸، ح: ۵۲، و مسند احمد بن منيع كما في المطالب العالية للحافظ ابن حجر بتحقيق عمر ايمان: ۱۲/ ۲۸۵، ح: ۲۸۷۰، وسير أعلام النبلاء بتحقيق مجموعة من المحققين: ۲۲/ ۳۷۷، ومشيخة السهروردي بتحقيق عامر حسن صبري: ۱/ ۶۵، ح: ۶، ومعجم الشيوخ لابن عساكر بتحقيق وفاء تقي الدين: ۲/ ۱۱۹۷، ح: ۱۵۶۴، وتاريخ دمشق لابن عساكر بتحقيق عمرو بن غرامة العمروي: ۴۱/ ۳۵۸، ت: ۴۸۷۴ وغيرهم.

(**حکم حدیث**) "هذا حديث موضوع"۔ "یہ موضوع حدیث ہے"۔

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ: "موضوع"۔ "یہ حدیث موضوع ہے"۔ (الضعيفة: ۱۱/ ۲۰۷، ح: ۵۱۲۲)

(**سبب**) روایت ہذا میں: "أبو الورقاء فائد بن عبد الرحمن الكوفي" ہے جو کہ منکر الحدیث، متروک الحدیث اور متہم راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

❁ امام ابو زکریا یحیی بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ):

(۱) "ضعيف"۔ (تاريخ ابن معين (رواية الدوري) بتحقيق احمد محمد: ۳/ ۱۶۳، ت: ۷۰۴)

(۲) "**ليس هو بشيء**".(المصدر السابق:۲۴۲/۳، ت: ۱۱۳۷)

(۳)"**ليس بثقة وليس بشئ**".(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۸۳/۷، ت:۴۷۵، واسنادہ صحیح)

۞ امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی :۲۴۱ھ):

(۱) "**مَتْرُوک الحَدِيث**"(العلل ومعرفة الرجال بتحقیق وصي اللہ بن محمد عباس:۵۶/۳، ت:۴۱۴۹)

(۲)"**هذا الذي ترک الناس حديثه**"۔"یہ وہ شخص ہے جس کی حدیث کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے"۔(سؤالات المیمونی :۴۳۷)

۞ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ):

(۱) "**منكر الحديث**".(كتاب الضعفاء بتحقيق أحمد بن إبراهيم، ص:۱۱۴، ت:۳۱۴)

(۲) "**عنده مناكير**"۔"اس کے پاس منکر روایتیں ہیں"۔(التاريخ الأوسط بتحقيق يحيى بن عبد الله الثمالي:۵۸۶/۳، ت:۸۹۴)

(۳)"**لا يتابع في حديثه**"۔"اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی ہے"۔ (التاريخ الأوسط بتحقيق يحيى بن عبد الله الثمالي:۴۵۶/۳، ت:۶۸۰)

۞ امام ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹ھ):"**ضعيف ضعيف**".(أحوال الرجال بتحقيق عبد العليم البستوي، ص:۱۲۲، ت:۱۰۱)

۞ امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (المتوفی :۲۷۷ھ):

(۱) "**ضَعِيفٌ**".(المعرفة والتاريخ بتحقيق أكرم ضياء العمري:۲۲۴/۲)

(۲) "**مُنْكَرُ الْحَدِيثِ مَهْجُورٌ**"۔"یہ منکر الحدیث اور چھوڑ دیا گیا ہے"۔(المعرفة والتاريخ بتحقيق أكرم ضياء العمري:۱۴۱/۳)

۞ امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ):"**فائد ذاهب الحديث لا يكتب حديثه وكان عند مسلم بن ابراهيم عنه فكان لا يحدث عنه وكنا لا نسأله عنه واحاديثه عن ابن ابی اوفی بواطيل لا تكاد تری لها اصلا كأنه لا يشبه حديث ابن ابی اوفی ولو أن رجلا حلف ان عامة حديثه كذب لم يحنث**"۔

"فائد، ذاہب الحدیث ہے، اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی، مسلم بن ابراہیم کے پاس اس کے طریق سے احادیث تھیں لیکن وہ اسے نہیں بیان کرتے تھے، ہم اس کے بارے میں ان سے سوال نہیں کرتے تھے اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے اس کی احادیث باطل ہیں، قریب ہے کہ آپ ان احادیث کی کوئی اصل نہ پائیں گویا کہ وہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مشابہ نہیں ہیں اور اگر کوئی آدمی یہ قسم کھائے کہ اس کی عام احادیث جھوٹی ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا"۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۸۴/۷، ت:۴۷۵)

۞ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ):"**متروک الحديث**"(الضعفاء و المتروکون بتحقیق محمود إبراهيم زايد، ص:۸۷، ت:۴۸۷)

۞ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ):"**كَانَ مِمَّن يروي الْمَنَاكِير عَن الْمَشَاهِير وَيَأْتِي عَن بن أبي أوفى بالمعضلات، لَا يجوز الِاحْتِجَاج بِهِ**"۔ "یہ مشہور لوگوں سے منکر روایتیں بیان کرنے والے لوگوں میں سے تھا اور ابن ابی اوفی سے معضلات روایت کرتا تھا، اس سے احتجاج کرنا درست نہیں ہے"۔(المجروحین بتحقیق محمود إبراهيم:۲۰۳/۳، ت:۸۵۹)

۞ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی:

۴۰۵ھ):"يروي عَن ابْن أبي أوفى أَحَادِيث مَوْضُوعَة"۔"اس نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے موضوع احادیث روایت کیا ہے"۔(المدخل إلى الصحيح بتحقيق الدكتور ربيع هادي:۱/۱۸۴،ت:۱۵۵)

زیر بحث روایت اس نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے۔

۞ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ):"تركه أحمد والناس"۔"امام احمد اور دوسرے لوگوں نے اسے ترک کر دیا ہے"۔(میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی:۳/۳۳۹،ت:۶۶۸۲)

۞ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ ھ):"متروک اتهموه"۔"متروک ہے،محدثین نے اسے متہم قرار دیا ہے"۔(تقریب التهذیب بتحقیق محمد عوامة ،ص:۴۴۴، ت:۵۳۷۳)

تفصیل کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزی بتحقیق بشار عواد:۲۳/۱۳۷،ت:۴۷۰۴وغیرہ.

۞ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

۞ امام ابوالقاسم علی بن الحسن،المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ(المتوفی:۵۷۱ھ)فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسن علي بن مسلم حدثني أبو بكر عتيق بن عمران بن محمد الربعي لفظا بدمشق، أنا الشيخ الإمام أبو يعلى أحمد بن محمد العبدي الفقيه المالكي بقراءتي عليه،أنا أبو عبد الله الحسين بن الحسن المعروف بابن الطيوري، نا إبراهيم بن محمد بن عبد السلام، نا إبراهيم بن فهد، نا وهب بن جرير، نا عبيس بن ميمون ،عن مطر الوراق وعن أبي نضرة ، عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم):" من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلها واحدا فردا صمدا لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحدا إحدى عشرة مرة ، كتب الله له ألفي ألف حسنة ومن زاد زاد الله عز وجل".

(تخریج) تاریخ دمشق لابن عساکر بتحقیق عمرو بن غرامة العمروي:۳۸/۲۹۹،ت:۴۵۶۶.

(حکم حدیث) "هذا حديث منكر و اسناده واه""یہ منکر حدیث ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

(سبب) روایت ہذا کی سند میں :"عُبَيْسُ بْنُ مَيْمُونٍ التَّيْمِيُّ، أَبُو عُبَيْدَةَ الْخَزَّازُ" ہے جو کہ کثیر الخطا والوہم ،منکر الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

۞ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ(المتوفی:۲۳۳ھ):"ليس بشئ".(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۷/۳۴،ت:۱۸۳،واسنادہ صحیح)

۞ امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ(المتوفی:۲۴۱ھ):" أَحَادِيث عُبَيْس أَحَادِيث مَنَاكِير"۔"عبیس کی احادیث منکر ہیں"۔(العلل ومعرفة الرجال بتحقیق وصي الله بن محمد عباس:۳/۴۵۸،ت:۵۹۵۴)

۞ امام ابوحفص عمرو بن علی الفلاس رحمہ اللہ (المتوفی :۲۴۹ھ):"كثير الخطاء والوهم متروك الحديث"۔"یہ کثرت سے خطا کرنے والا اور وہم میں مبتلا ہونے والا راوی ہے ، متروک الحدیث ہے"۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۷/۳۴،ت:۱۸۳ واسنادہ صحیح)

۞ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ ھ) :"مُنكَرُ الحديثِ".(التاریخ الکبیر بحواشی محمود خلیل:۷/۷۹،ت:۳۵۹)

۞ امام ابو داود سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ

(المتوفی:۲۷۵ھ):"قد ترک حدیثه"۔اس کی حدیث ترک کردی گئی ہے"۔(سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود بتحقيق محمد علي قاسم العمري، ص:۳۲۳،ت:۵۰۰)

۞ امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ):"هو ضعيف الحديث، منكر الحديث"۔"یہ ضعیف منکر الحدیث ہے"۔(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۳۴۷/۷،ت:۱۸۳)

۞ امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۷ھ):"ضعيف متروك، يحدث بمناكير"۔"ضعیف متروک الحدیث ہے،منکر روایتیں بیان کرتا ہے"۔ (إکمال تهذيب الكمال بتحقيق عادل واسمامه:۱۱۷/۹، ت:۳۵۵۳)

۞ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ):"وَكَانَ شَيخا مغفلا، يروي عَن الثِّقَات الْأَشْيَاء الموضوعات توهما لَا تعمدا"۔"یہ مغفل شیخ تھا،ثقات سے موضوع چیزیں توہما روایت کرتا تھا نہ کہ جان بوجھ کر"۔(المجروحین بتحقیق محمود إبراهيم:۱۸۶/۲،ت:۸۲۱)

۞ امام احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) :"مُنْكَرُ الْحَدِيثِ".(شعب الإيمان بتحقيق الدكتور عبد العلي :۱۷۲/۴،ح:۲۳۴۶)

۞ امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) :"بَصْرِيٌّ وَاهٍ"۔"بصری سخت ضعیف ہے"۔(تاریخ الإسلام بتحقیق الدکتور بشار عواد:۶۸۸/۴،ت:۱۹۲)

تفصیل کے لئے دیکھیں: تهذيب الكمال في أسماء الرجال للمزی بتحقیق بشار عواد:۲۷۶/۱۹،ت:۳۷۶۱وغیرہ.

(فائدہ) روایت ہذا کی سند میں ایک اور علت ہے لیکن اسے نظر انداز کیا جارہا ہے۔

۞ روایت ہذا جابر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔

تفصیل پیش خدمت ہے :

۞ امام ابواحمد بن عدي الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا زكريا السَّاجِيُّ، حَدَّثَنَا سَهْلُ السُّكَّرِيُّ، حَدَّثَنا سلم بن سلم الضبي، حَدَّثَنا فَائِدٌ أَبُو الْوَرْقَاءِ، عن ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللهُ عَلَيه وسَلَّم: مَن قَالَ لا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ أَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كَتَبَ اللهُ تَعَالَى لَهُ أَلْفَي أَلْفِ حَسَنَةٍ، ومَنْ زَادَزَادَهُ اللهُ تَعَالَى".

(تخریج) الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل أحمد ورفقاءه:۱۳۹/۷،ت:۱۵۷۲،والعلل لابن أبي حاتم بتحقيق فريق من الباحثين:۳۵۸/۵،ح:۲۰۴۲/وغيرهم.

(حکم حدیث) " هذا حديث منكر واسناده واه"۔"یہ منکر حدیث ہے،اس کی سند سخت ضعیف ہے"۔

۞ امام ابوحاتم رحمہ اللہ:"هَذَا حديثٌ مُنكَرٌ"۔"یہ حدیث منکر ہے"۔

(سبب) روایت ہذا میں:"أبو الورقاء فائد بن عبد الرحمن الكوفي" ہے جو کہ منکر الحدیث،متروک الحدیث اور متہم راوی ہے۔اس کی بابت ائمہ کرام کے اقوال گزر چکے ہیں۔

(خلاصة التحقيق) زیر بحث دعاء کی جو فضیلت حدیث میں مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

یادرفتگاں

آہ مولانا عبدالوہاب خلجی!

سہیل انجم، نئی دہلی

میں نے ۱۳/اپریل ۲۰۱۸ء کو دوپہر کے وقت مولانا عبد الوہاب خلجی کے بیٹے محمد کو فون کیا۔ ان سے مولانا کے بارے میں دریافت کیا اور یہ جاننا چاہا کہ کیا وہ اب بھی اسپتال میں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ نہیں وہ اب گھر آ گئے ہیں۔ میں نے پوچھا کیسے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اچھے نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا میں کل دن میں گیارہ بجے آ کر مولانا سے مل سکتا ہوں یا ان کو دیکھ سکتا ہوں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آپ ضرور آیئے۔ میں اسی روز جانا چاہتا تھا لیکن اس روز دہلی اردو اکادمی کے دفتر میں ایک اہم میٹنگ تھی جس میں میری حاضری ضروری تھی، لہٰذا میں وہاں چلا گیا۔ شام کو گھر آیا تو معلوم ہوا کہ خلجی صاحب کا تین بجے کے بعد انتقال ہو گیا ہے۔ دل و دماغ کو شدید دھچکہ لگا۔ میں خود کو ملامت کرتا رہا کہ آج ہی کیوں نہیں چلا گیا۔ پھر رات تک مختلف احباب سے فون پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا جن میں نوائے اسلام کے مدیر محبی و مکرمی مولانا عزیز عمر سلفی صاحب قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے خلجی صاحب کے انتقال پر انتہائی دکھ درد اور رنج و غم کا اظہار کیا۔ اس حوالے سے جمعیت و جماعت کے تعلق سے کافی دیر تک رنجیدہ قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ انھوں نے خلجی صاحب کے انتقال کو جماعت کا ایک زبردست خسارہ قرار دیا۔

یہ معلوم ہو جانے پر کہ اگلی صبح دس بجے ان کی تدفین ہے اور نماز جنازہ وہیں دریا گنج کے پٹودی ہاؤس ہی میں واقع اونچی مسجد کے زیر سایہ ادا کی جائے گی، اگلی صبح میں سوا آٹھ بجے ان کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں پہلے سے ہی بہت سے احباب جماعت موجود تھے۔ جماعت کے سرکردہ عالم دین شیخ صلاح الدین مقبول احمد صاحب نے، جو کہ خلجی صاحب کے گہرے دوستوں میں تھے، نماز جنازہ پڑھائی۔ پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ ان کی تدفین دہلی گیٹ کے قبرستان میں ہوگی۔ لیکن پھر انھیں قوم پنجابیان کے قبرستان میں دفن کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو صرف پنجابی مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے۔ وہاں ایک بار پھر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس بار ان کے بیٹے محمد نے نماز پڑھائی۔ وہ ایک بہت بڑا قبرستان ہے اور وہاں کئی نامی گرامی ہستیاں مدفون ہیں۔ تدفین میں لاتعداد افراد نے شرکت کی۔ دہلی کے بھی اور بیرون دہلی کے بھی۔ مولانا عزیز عمر سلفی صاحب نے ایک گوشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہیں شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی بھی مدفون ہیں۔ حسن اتفاق، اسی گوشے میں خلجی صاحب کو بھی دفن کیا گیا۔ اب وہاں قبروں کے نشانات مٹ گئے ہیں۔ زمین برابر ہو گئی ہے۔

خلجی صاحب ادھر کافی دنوں سے صاحب فراش تھے۔ شوگر لیول بہت بڑھ گیا تھا۔ دل کا بھی عارضہ تھا اور فالج نے بھی حملہ کر دیا تھا۔ ۳۰/مارچ کو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ایک پروگرام کے بعد جب میں دہلی کے سرکردہ وکیل اور جماعت اہلحدیث کے ایک اہم فرد جناب فیروز غازی ایڈووکیٹ کے ساتھ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد باہر نکلنے لگا تو وہیں شعبہ اسلامک اسٹڈیز

جامعہ ملیہ میں استاد ڈاکٹر جنید حارث صاحب مل گئے۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے گھر تک چھوڑ دیتا ہوں۔ لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ نہیں مانے۔ ان کی گاڑی سے میں ذاکر نگر تک آیا۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ لیکن سوئے اتفاق خلجی صاحب کی کوئی بات نہیں آئی۔ دو روز کے بعد ایک اخبار میں خلجی صاحب کی خبر مع تصویر شائع ہوئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ انھیں گوڑ گاؤں کے آرٹیمس اسپتال میں داخل کرایا گیا ہے۔ اس سے قبل انھیں دہلی گیٹ پر واقع جی بی پنت اسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ لیکن وہاں کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ تصویر میں ڈاکٹر جنید حارث بھی تھے۔ میں نے ان کو فون کیا۔ انھوں نے بتایا کہ وہی ان کو گوڑ گاؤں کے اسپتال میں داخل کر کے آئے ہیں اور اب پھر دیکھنے جائیں گے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ جب بھی جائیں تو مجھے ضرور لے چلیں۔ اتفاق دیکھیے کہ ڈاکٹر جنید حارث ہی ان کی تدفین میں شریک نہیں ہو سکے۔

ہوا یوں کہ انھیں تاریخوں میں مولانا مطیع الرحمان صاحب کے ادارے توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ کشن گنج بہار کے تحت وہاں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے تعاون سے ۱۲/اور ۱۳/ اپریل کو دو روزہ بین الاقوامی سمینار منعقد ہو رہا تھا۔ جس میں شیخ صلاح الدین مقبول احمد اور ڈاکٹر جنید حارث سمیت متعدد علما و ادبی شخصیات شریک ہو رہی تھیں۔ (اسی موقع پر اردو کونسل کی جانب سے وہاں ۷ سے ۱۵/اپریل تک ایک کتاب میلہ بھی لگا تھا۔) شیخ صلاح الدین صاحب کا پہلے سے واپسی کا پروگرام تھا اس لیے وہ تدفین میں پہنچ گئے تھے۔

مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب سے میرے تعلقات اسی وقت سے تھے جب میں مستقل طور پر دہلی آ گیا تھا۔ اردو بازار جامع مسجد پر واقع جمعیت اہلحدیث کے دفتر جمعیت منزل میں ہماری خاصی آمد و رفت تھی۔ ایک تو جماعتی وابستگی اور دوسرے ہمارے علاقے کے ایک عالم دین مولانا ابوالوفا صاحب کی جمعیت میں بحیثیت داعی تقرری۔ وہ جمعیت منزل کے ایک کمرے میں رہائش پذیر تھے۔ میں ان سے ملنے جایا کرتا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے۔ خلجی صاحب جمعیت اہلحدیث کے ناظم عمومی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ اب یہ تو یاد نہیں کہ کس نے ان سے ملاقات کرائی تھی لیکن ان کے دفتر میں ہونے والی پہلی ملاقات آج تک ذہن کے پردے پر نقش ہے۔ ملاقات کرانے والے نے ہم لوگوں کی جماعتی وابستگی کے بارے میں تو بتایا ہی، ساتھ ہی ہمارے والد حضرت مولانا حامد الانصاری انجم کے بارے میں بھی بہت سی باتیں ان کے گوش گزار کی تھیں۔

انھیں جب اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ میں اردو کا صحافی ہوں تو وہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی میں "جریدہ ترجمان" میں مستقل لکھا کروں۔ اس وقت اس کے ایڈیٹر سینئر صحافی جناب سلیمان صابر صاحب تھے۔ وہ روزنامہ قومی آواز سے سبکدوش ہو چکے تھے اور ترجمان کی ادارتی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ خلجی صاحب نے ایک طرح سے مجھے حکم دیا کہ میں ہر شمارے میں لکھوں۔ اس وقت ترجمان میں ایک مستقل کالم "آئینۂ ایام" شائع ہوتا تھا جسے سلیمان صابر صاحب لکھا کرتے تھے۔ خلجی صاحب نے ان سے کہا کہ اب یہ کالم سہیل انجم لکھیں گے۔ میں نے وہ کالم شروع کر دیا۔ خلجی صاحب نے میرے پہلے کالم پر ایک بہت اہم نوٹ لگایا اور میرے بارے میں لکھا کہ یہ جماعت کے ایک نوجوان صحافی ہیں اور اب یہ کالم یہی لکھا کریں گے۔ انھوں نے اس نوٹ کے ذریعے میری بڑی قدر افزائی کی۔ میں نے کافی دنوں تک لکھا۔ لیکن چونکہ اس وقت میں نیا نیا صحافت کے میدان میں آیا تھا اس لیے میری تحریر بڑی ناپختہ تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر نئے صحافی کی مانند میں بھی خود کو صحافت کا طرم خاں سمجھتا تھا۔ چند کالموں کے بعد سلیمان صابر

صاحب نے بوقت ضرورت قلم چلانا اور ایڈٹ کرنا شروع کر دیا۔ کوئی ایک آدھ کالم شائع بھی نہیں ہوا۔ بس اسی بات پر میں نے کالم بند کر دیا۔ بعد میں صحافتی تجربات سے اندازہ ہوا کہ اس قسم کی تراش خراش مضمون کو بہتر بنانے کے لیے ناگزیر ہوتی ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ کسی کی ہر تحریر شائع ہی ہو۔ اخبارات کی بہت سی مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن میری ناتجربہ کاری کی وجہ سے سلیمان صابر صاحب کی یہ ادا مجھے پسند نہیں آئی۔ جب کئی شمارے میں میرا کالم نہیں چھپا تو ایک ملاقات میں خلجی صاحب نے پوچھ لیا۔ میں خاموش تھا۔ کیا جواب دیتا۔ انھوں نے از راہ شکایت یہ بات کہی اور بجا طور پر کہی کہ جناب ہم نے آپ کے بارے میں اتنا اچھا نوٹ لگایا تھا اور آپ نے لکھنا بند کر دیا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد سلیمان صابر صاحب کا بھی انتقال ہو گیا اور مولانا ابوالوفا صاحب کو بھی فارغ کر دیا گیا۔ ویسے جریدہ ترجمان کو میں پہلے سے ہی پسند کرتا تھا اور اس کی وجہ اس کے سابق مدیر جناب بدر عظیم آبادی کا اداریہ تھا۔ ان کا انداز بہت شگفتہ تھا۔ مجھے ان کا اداریہ بہت پسند تھا۔ اس وقت بھی میں جمعیت منزل جایا کرتا تھا۔ مولانا عزیز عمر سلفی صاحب کے ساتھ میں جامعہ نگر کے غفور نگر میں واقع ان کی رہائش گاہ بھی جا چکا تھا۔

خلجی صاحب نے ان دنوں موری گیٹ پر "الدار العلمیہ" نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا۔ لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکا اور بعد میں انھیں اسے بند کر دینا پڑا۔ پھر ان کو جمعیت کی نظامت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ ماہنامہ نوائے اسلام کے مئی ۲۰۱۸ء کے شمارے میں شائع مولانا عزیز عمر سلفی کے اداریہ کے مطابق "خلجی صاحب کے پاس جمعیت کی نظامت اور دفتر میں مستقل قیام کی مدت ۱۷ سال رہی"۔ ان کے دور نظامت میں "حرمت حرمین کنونشن" کا انعقاد کیا گیا اور حفظ قرآن و احادیث کے مسابقے شروع ہوئے۔

رفتہ رفتہ خلجی صاحب سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ پہلے وہ بلی ماران میں رہتے تھے۔ میں وہاں بھی جاتا رہا۔ انھیں دنوں انھوں نے دریا گنج کے پٹودی ہاؤس میں ایک فلیٹ لے لیا۔ اس وقت میں سابق ایم پی و سابق سفارتکار جناب م۔ افضل صاحب کے اخبار "اخبار نو" سے جزوی طور پر وابستہ تھا۔ اس کا دفتر بھی وہیں پٹودی ہاؤس آ گیا تھا۔ لہٰذا خلجی صاحب سے ملاقاتیں تواتر سے ہونے لگیں۔ میں اسی علاقے میں واقع "چھوٹی مسجد" میں ظہر کی نماز ادا کرتا تھا۔ ایک روز خلجی صاحب بھی اسی مسجد میں مل گئے۔ کہنے لگے کہ چونکہ اس میں پون بجے نماز ظہر ہوتی ہے اس لیے میں اسی میں پڑھتا ہوں۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ چائے وغیرہ تواضع کی اور آتے رہنے کی ہدایت دی۔

جب بھی اخبار نو میں میرے پاس وقت ہوتا میں ان کو فون کرتا۔ اگر وہ گھر پر ہوتے تو ان سے ملنے چلا جاتا۔ ہمارے ایک مشترکہ دوست مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری جب دہلی آتے تو عموماً ان کے گھر ہی قیام کرتے۔ وہ جب وہاں قیام کرتے تو میں بھی جاتا اور پھر گھنٹوں گفتگو کا سلسلہ رہتا۔ دوپہر کے وقت کھانا بھی وہیں کھایا جاتا۔ اخبار نو کے مینیجنگ ایڈیٹر اور میرے کرم فرما جناب مودود صدیقی صاحب کو جب خلجی صاحب سے میرے تعلقات کا علم ہوا تو انھوں نے کہا کہ وہ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں ایک روز ان کو لے کر ان کے گھر گیا۔ کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ ایک بار مولانا عبداللہ مدنی صاحب بیمار پڑ گئے۔ وہ بھی عارضہ قلب اور شوگر کی زیادتی میں مبتلا تھے۔ غالباً گوڑگاؤں سے علاج کرا کے واپس آئے اور خلجی صاحب کے گھر انھوں نے قیام کیا۔ مجھے فون کیا اور میں اگلی صبح وہاں پہنچ گیا۔

ایسے مواقع بار بار آتے رہے۔ میری کوئی نئی کتاب آتی تو مجھے ان کے گھر جانے کا ایک بہانہ مل جاتا۔ ہمارے چھوٹے بھائی ڈاکٹر شمس کمال انجم کی ہمارے والد صاحب پر کتاب "نقوش

جاوداں" اور پھر میری کتاب "انجم تاباں" آئی تو میں نے یہ دونوں کتابیں ان کی خدمت میں پیش کیں۔ نقوش جاوداں ختم کرنے کے بعد انھوں نے شمس کمال کو فون کیا اور بتایا کہ میں نے آپ کی کتاب پوری پڑھ لی ہے۔ ان دونوں کتابوں سے انھیں ہمارے والد کے بارے میں خاصی معلومات ہوئیں۔ مولانا عبداللہ مدنی صاحب سے ہمارے گھریلو مراسم رہے ہیں۔ انھوں نے بھی ہمارے والد صاحب کی جماعتی خدمات کے بارے میں ان کو بہت کچھ بتایا۔ پھر وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے لگے تھے۔ اکثر کہتے کہ اپنے بچوں کو لے کر آؤ۔ ہمارے بچے ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ لیکن اس کا کوئی اتفاق ہی نہیں ہو سکا۔ حالانکہ وہ اپنی تقریبات میں مجھے بھی بلایا کرتے تھے۔ ۲۰۱۷ء میں جب عالمی یوم اردو کی جانب سے ہمارے والد پر خصوصی مجلہ شائع کیا گیا اور پھر اس سے قبل ۲۰۱۵ء میں جب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری پر مجلہ شائع ہوا تو ان دونوں کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ چونکہ امرتسری اور ان کا ایک ہی صوبے سے تعلق تھا اس لیے انھوں نے امرتسری پر خصوصی مجلّے کو کافی پسند کیا۔ بزرگ صحافی محفوظ الرحمٰن صاحب کا انتقال ہوا تو میرے پاس ان کا فون آیا۔ انھوں نے کہا کہ میں محفوظ صاحب کو تو پڑھتا رہا ہوں البتہ ان سے میری ملاقات نہیں تھی۔ ان کے انتقال سے مجھے بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ انھوں نے تدفین وغیرہ کے بارے میں پوچھا اور پھر ترا ہا بہرام خاں کی اس مسجد میں آئے جہاں نماز جنازہ ہونی تھی۔ اتفاق سے انھوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی۔

مولانا عبداللہ مدنی صاحب جھنڈانگر نیپال میں اپنے ادارے میں سال میں کئی کئی پروگرام منعقد کرتے تھے۔ وہ اپنے تمام دوستوں کو، بشمول خلجی صاحب، مدعو کرتے۔ میں بھی اکثر و بیشتر ان کے پروگراموں میں شریک ہوتا رہا ہوں۔ کئی سال پہلے کی بات ہے۔ ایک پروگرام کے بعد اگلے روز ناشتے کے بعد دو گاڑیوں میں ہم لوگ وہاں سے واپس آرہے تھے۔ مولانا عبد اللہ مدنی اور مولانا خلجی صاحب کو ڈومریا گنج ضلع سدھارتھ نگر کے ایک پروگرام میں پہنچنا تھا جس میں جناب سید حامد وغیرہ بھی شرکت کررہے تھے۔ مولانا مدنی صاحب کا گھر بالکل ہند نیپال سرحد کے قریب ہی ہے۔ ہم لوگ جب سرحد پر پہنچے تو وہاں کچھ نوجوان پولیس والے تعینات تھے۔ وہ سب کا سامان چیک کر رہے تھے۔ انھوں نے ہم لوگوں کی بھی گاڑی روکی اور سامان چیک کرنے لگے۔ ان میں سے ایک پولیس والا زیادہ تیز طرار تھا۔ وہ ہم لوگوں کو آگے جانے نہیں دے رہا تھا۔ اتنے میں دوسری گاڑی بھی آگئی جس میں خلجی صاحب موجود تھے۔ وہ لوگ گاڑی سے اتر آئے۔ انھوں نے پولیس والے سے پوچھا کیا بات ہے کیوں نہیں جانے دے رہے ہو۔ اس کے بعد جو پنجابی میں اس کو جھاڑا ہے تو وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ اس نے ان کا لمبا قد، گورا چٹا چہرہ، شلوار قمیض اور سر پر اونچی مخملی ٹوپی اور فراٹے سے پنجابی بولتے دیکھا تو اس نے پتا نہیں کیا سمجھا کہ فوراً وہاں سے بھاگ لیا۔ وہاں سے ہندوستانی سرحد کے اندر کچھ دور آنے کے بعد جو ہم لوگوں کی ہنسی چھوٹی ہے تو پھر کافی دیر تک سب ہنستے رہے۔ راستے میں کئی بار اس واقعہ کا تذکرہ ہوا۔ بہرحال ہم لوگ جب ڈومریا گنج پہنچے تو اس وقت سید حامد صاحب تقریر کررہے تھے۔ میں نے کچھ دیر کے بعد ان لوگوں کا ساتھ چھوڑا اور پروگرام کے مطابق وہاں سے تقریباً چالیس پچاس کلومیٹر کی مسافت پر واقع اپنے گاؤں چلا گیا۔

میں نے اوپر ان کے اشاعتی ادارے الدار العلمیہ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا اس ادارے کے تحت ہر سال ایک ڈائری "لیل ونہار" شائع کرتے تھے۔ انھوں نے ۲۰۱۰ء کی ڈائری مجھے دی اور اس پر کچھ لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے اس پر تبصرہ لکھا جسے میں

نے کئی اخباروں میں چھپوایا تھا۔ میں نے اس میں لکھا تھا:"یہ ڈائری عام روش سے الگ ہٹ کر ہے اور اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ اسے مکمل طور پر ایک اسلامی ڈائری بلکہ ڈائرکٹری بنا دیا جائے۔مثال کے طور پر اس میں قرآن کریم سے متعلق چند اہم معلومات،تفصیل حروف قرآن، چند مقامات نزول، خطبہ حاجہ، چند اہم فقہی اصطلاحیں، مسائل زکوٰۃ، نبی کریم ﷺ کی پسندیدہ دعائیں، دینی درسگاہوں کا قیام اور علمائے حق کی مساعی، دائمی نقشہ پنج وقتہ نماز برائے دہلی و اطراف، دین خالص کی ترجمان اہم ویب سائٹس وغیرہ تفصیلات بھی موجود ہیں۔ جبکہ عصری ضروریات کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔مثال کے طور پر مرکزی حکومت کے وزراء اور ان کے قلمدانوں کی تفصیل مع رہائشی ودفتری پتے اور فون نمبر، راجیہ سبھا اور لوک سبھا کے اہم فون نمبر، پندرہویں لوک سبھا میں مسلم ارکان ان کے حلقے رہائشی وفتری فون نمبر، راجیہ سبھا میں مسلم ارکان کی تفصیل، مرکزی و ریاستی حج کمیٹیوں کے چیئرمین ان کے پتے مع فون نمبر، ریاستی اردو اکیڈمیوں کے چیئرمین اور سکریٹری کے پتے اور فون نمبر، سرکردہ مسلم شخصیات کے فون نمبر وغیرہ۔اس میں سلفی عقیدہ ومنہج کا رنگ بھرنے کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے۔اسی لئے اس میں ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کے ممتاز علماء اور احباب کے فون نمبر مع شہر دیے گئے ہیں۔اس کے بعد دنیائے سلفیت کی چنندہ بین الاقوامی شخصیات کے فون نمبر بھی مع ملک اور شہر مہیا کئے گئے ہیں۔ ہر ماہ کی یومیہ مصروفیات کے لئے صفحات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔اس میں ایمان افروز منظومات کا بھی گراں قدر حصہ ہے اور ہر صفحے پر ایک حدیث اور خالص اسلامی فکر کا ایک شعر بھی دیا گیا ہے"۔ الدارالعلمیہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی ڈائریوں پر مقتدر شخصیات وقتاً فوقتاً اظہار خیال بھی کرتی رہی ہیں ۔ان کی مختصر آراء بھی اس ڈائری میں موجود تھیں۔ اہم شخصیات میں مولانا عبدالرؤوف رحمانی رحمہ اللہ، مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ،، ڈاکٹر وصی اللہ عباس مکہ، ڈاکٹر لقمان سلفی، شیخ صلاح الدین مقبول احمد، علامہ علیم ناصری لاہور، مولانا عبداللہ مدنی نیپال، م۔ افضل سفیر ہند برائے ترکمانستان، مولانا اسرار الحق قاسمی ایم پی، سید شہاب الدین سابق ایم پی، مولانا عمید الزماں کیرانوی، کنور شکیل احمد لندن اور مولانا عبداللہ مغیثی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ایک تو جھجک کی وجہ سے اور دوسرے یہ سوچ کر کہ پتا نہیں ان کی طبیعت کیسی ہے، میں ان کو بہت کم کال کرتا تھا۔ وہی مجھے اکثر و بیشتر کال کرتے تھے۔بعض اوقات تو ایک ایک گھنٹے تک گفتگو ہوتی رہتی۔مختلف موضوعات زیر بحث آتے۔لیکن زیادہ تر گفتگو یا تو جمعیت و جماعت کے تعلق سے ہوتی یا پھر مسلمانوں کی عام صورت حال پر یا پھر صحافت پر۔ وہ اکثر مسلمانوں کے موجودہ حالات پر رنج وغم کا اظہار کرتے۔ جب بھی میرا کوئی مضمون ان کو زیادہ پسند آجاتا تو مضمون ختم کرتے ہی فون کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔ میں نے مولانا ثناءاللہ امرتسری کا جو قلمی خاکہ لکھا تھا وہ انھیں بہت پسند آیا تھا۔ بار بار اس کا تذکرہ کرتے رہے۔ احباب جماعت کے تعلق سے ایسی بہت سی معلومات مجھے ان سے حاصل ہوتیں جو دوسروں سے نہیں ملتیں۔لیکن تمام قسم کی گفتگو کے دوران انھوں نے جماعت و جمعیت کے ذریعے اپنے ساتھ کیے جانے والے "سلوک" پر کبھی کوئی بات نہیں کی۔ خلجی صاحب کے اندر مسلکی غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بار دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران کسی نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو ان کی مسلکی غیرت کے لیے تازیانہ تھی۔ انھوں نے وہیں دندان شکن جواب دیا۔ یہ واقعہ انھوں نے خود مجھے بتایا تھا۔ایک بار ایک ملی تنظیم کی جانب سے منعقدہ کانفرنس میں جماعت اہلحدیث کے خلاف کچھ نکات عمداً زیر بحث لائے گئے تھے۔کانفرنس کے بعد مولانا خلجی نے "اتحاد

بین المسالک" نام سے ایک کتابچہ شائع کیا۔ ان کے اندر مسلکی تعصب کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس تعلق سے ان کا کردار مولانا ثناءاللہ امرتسری جیسا تھا۔ سب کے ساتھ دوستانہ و خیر سگالانہ مراسم۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے مسلک کے لوگوں میں بھی مقبول تھے۔ ان کے مسلکی توسع اور ان کی بلند و بالا شخصیت کی وجہ سے ہی ڈاکٹر محمد منظور عالم نے ان کو آل انڈیا ملی کونسل میں باوقار جگہ دی تھی۔ وہ کئی حیثیتوں سے ملی کونسل میں خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ تازندگی آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ میں جماعت اہلحدیث کی نمائندگی کرتے رہے۔ انھوں نے مسلم مجلس مشاورت اور دیگر ملی تنظیموں میں بھی خدمات انجام دیں۔ وہ جامعہ سلفیہ بنارس کی مجلس منتظمہ میں رہے۔ وہ عالمی اسلامی کونسل لندن اور اسلامک ایشین کونسل سری لنکا سے بھی منسلک رہے۔ سیاسی شخصیات سے بھی ان کے دوستانہ مراسم رہے ہیں۔ پاکستان میں متعدد علمی شخصیات سے ان کی دوستی رہی ہے۔ جب بھی وہاں سے ان کا کوئی دوست دہلی آتا تو وہ اس کے اعزاز میں تقریب کا اہتمام کرتے اور اس میں خاکسار کو بھی مدعو کرتے۔ انھیں مذہبی، ملی، سیاسی وسماجی پروگراموں میں بطور مقرر مدعو کیا جاتا اور ان کی باتیں بڑی سنجیدگی سے سنی جاتیں۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ کسی ملی تنظیم کی جانب سے منعقد ہونے والے کسی پروگرام میں انھیں اسٹیج پر جگہ نہ دی گئی ہو۔ لیکن وائے افسوس کہ اُسی جماعت نے ان کی قدر نہیں کی جس سے ان کا خاندانی اور جذباتی رشتہ رہا ہے اور جس کی انھوں نے بیش بہا خدمت کی تھی۔

ادھر کچھ برسوں سے وہ بیمار رہنے لگے تھے۔ کافی کمزور ہو گئے تھے۔ پروگراموں میں بہت کم جاتے۔ ایک طرح سے وہ مایوسی کے بھی شکار تھے۔ ان کا اشاعتی ادارہ کافی پہلے ناکامی سے دوچار ہو کر بند ہو چکا تھا۔ کہیں آنے جانے میں کچھ نہ کچھ تو صرف ہوتا ہی ہے۔ اس کا احساس مجھے ایک بار بڑی شدت سے ہوا تھا جس کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں۔ ان پر جمعیت میں مالی بدعنوانی کا الزام عاید کیا گیا تھا۔ لیکن مجھے بڑی حیرت ہے کہ انھوں نے کیسی مالی بدعنوانی کی تھی کہ نظامت کا تاج چھنتے ہی تنگ دستی کے شکار ہو گئے۔ امور مملکت خویش خسرواں دانند! لیکن انتہائی سخت حالات کے باوجود انھوں نے اپنی دستار غیرت سنبھالے رکھی۔ ان کے حقیقی حالات کا علم بہت کم لوگوں کو تھا۔ انھوں نے کبھی کسی کے سامنے اپنے حالات واشگاف نہیں کیے۔

مقام افسوس ہے کہ جماعت کی اتنی بڑی اور مقتدر شخصیت ہمارے درمیان سے اٹھ گئی اور ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہے کہ ہم نے کیا کھو دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے مکاتب فکر کے درمیان جماعت اہلحدیث کا ایک نمائندہ اور ایک سفیر جماعت اپنی نشست خالی کر کے چلا گیا۔ کوئی دوسرا ایسا نظر نہیں آتا جو اس نشست کو پُر کرنے کا اہل ہو۔ ان کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں کوئی پروگرام بھی منعقد نہیں کیا گیا۔ اپنی جماعت کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ بڑے لوگوں کے بھی اٹھ جانے کے بعد ان کو یاد کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ اگر کوئی کچھ سمینار یا تعزیتی نشست کرنا بھی چاہے تو اسے بدعت کہہ کر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اپنے اسلاف کی بے قدری کا یہ عالم جماعت کی بے حسی پر ماتم کناں ہے۔ خلجی صاحب کے انتقال کے آس پاس ہی تین مزید شخصیات دنیا سے اٹھ گئیں۔ مولانا محمد سالم قاسمی، جسٹس راجندر سچر اور دہلی کے ایک معروف وکیل سالار محمد خاں۔ انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی کے چیئرمین ڈاکٹر منظور عالم نے ان شخصیات کی یاد میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے سی آئی ٹی ہال میں ایک مشترکہ تعزیتی اجلاس منعقد کیا تھا۔ انھوں نے مرحومین میں خلجی صاحب کو بھی شامل کیا تھا۔ یہ واقعہ جماعت اہلحدیث کے افراد کے لیے کسی تازیانے سے کم نہیں۔

فقہ وفتاویٰ

متفرق مسائل

دکتور فضل الرحمٰن المدنی

دوسری کمپنی کا لیبل لگا کر سامان بیچنا

سوال: میں ایک تاجر ہوں، کئی پارٹیوں سے ہمارا لین دین ہوتا ہے، کچھ پارٹیاں ہم سے اس شرط پر مال خریدنے کے لئے تیار ہوتی ہیں کہ ہم انہیں ان کی پسندیدہ کمپنی کا مال دیں، چنانچہ ہم اس مال پر ان کی من پسند کمپنی کی مہر لگا کر دیتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اتنی مدت چلنے کی گیارنٹی بھی دیتے ہیں، وہ لوگ استعمال کرنے کے بعد ہی پیسہ دیتے ہیں، اس طریقے سے کمائی ہوئی روزی کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ ہم ان پر ہیرا پھیری کے معاملے کو مخفی رکھتے ہیں اور وہ مال ان کی من چاہی کمپنی کا نہیں ہوتا ہے۔

جواب: خرید وفروخت، لین دین اور تجارت وغیرہ کسی بھی معاملہ میں لوگوں کو دھوکہ دینا، کسی معاملہ کو حقیقت کے خلاف بنا کر ان کے سامنے پیش کرنا، نقلی کو اصلی بتا کر بیچنا، کسی کمپنی کے مال پر دوسری کمپنی کی مہر لگا کر بیچنا، تاکہ زیادہ سے زیادہ فروخت ہو سکے، یہ سراسر حرام ہے، اور اس طریقے سے کمائی ہوئی روزی بھی حرام اور ناجائز ہے، شریعت اسلامیہ میں ایسی دھوکہ دہی سے سخت ممانعت آئی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" جس نے ہم (مسلمانوں) کو دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (رواہ مسلم: ۱۰۲/۱ (۱۶۴)، کتاب الایمان، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا، وابو داؤد: ۲۷۲/۳ (۳۴۵۲)، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، والترمذي: ۶۰۲/۳ (۱۳۱۵)، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ابن ماجه: ۷۴۹/۲ (۲۲۲۴) كتاب التجارات، باب النهي عن الغش)

اور عقبہ بن عامر- رضی اللہ عنہ- کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ إِنْ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا فِيهِ عَيْبٌ أَنْ لَا يُبَيِّنَهُ لَهُ"۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے کوئی چیز فروخت کرے جس میں عیب ہو، مگر یہ کہ وہ اس کو بیان کر دے۔ (رواہ احمد في المسند: ۱۵۸/۴، وابن ماجه: ۷۵۵/۲ (۲۲۴۶)، كتاب التجارات، باب من باع عيبا فليبينه، والحاكم في المستدرک: ۸/۲ (۲۱۵۲)، كتاب البيوع، والطبراني في المعجم الكبير: ۳۱۷/۱۷ (۸۷۷)، وقال الألباني: صحيح، ارواء الغليل: ۱۶۵/۵: (۱۳۲۱)

اس واسطے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دھوکہ بازی سے اجتناب کریں، حلال روزی کمائیں، ایمان دار بنیں، ایمان داری سے روزی میں برکت ہوتی ہے، لوگوں کا اعتماد حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ترقی اور عزت عطا فرماتا ہے، عبادتیں مقبول ہوتی ہیں، اور بے ایمانی اور دھوکہ بازی کا انجام کسی نہ کسی دن برا ہوتا ہے، حقیقت منکشف ہوتی ہے، اور اعتبار ختم ہو جاتا ہے، نیز حرام روزی کھانے والوں کی عبادت بھی مقبول نہیں ہوتی۔

اللہ ہم سب کو حلال طریقے سے رزق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(نعمۃ المنان مجموع فتاویٰ فضیلۃ الدکتور فضل الرحمٰن: جلد سوم،صفحہ:۴۰۱۔۴۰۲)

جھاڑ پھونک،تعویذ گنڈے اور نقش قرآنی کاحکم:

سوال: گزارش خدمت اینکہ تعویذ کے سلسلہ میں مدلل شرعی حکم بیان فرمائیں،مولانا تھانوی صاحب نے اعمال قرآنی میں بہت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ تعویذ جائز ہے، بتایئے کہ قرآنی آیات سے تعویذ لکھی جائے اور اسے بازو یا گلے میں لٹکایا جائے؟ جیسے آیۃ الکرسی، یا احادیث میں وارد کوئی دعا مثلاً: "أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، أَنْ يَشْفِيَكَ" الخ،بعض لوگ کہتے ہیں کہ بخاری شریف سے جھاڑ پھونک کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب: آیات قرآنیہ اور ادعیۃ و اذکار مسنونہ سے جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کرنا جائز ہے،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا تو آپ نے فرمایا:"اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ"۔یعنی اس کو نظر بد لگی ہے اس کو جھاڑ پھونک کراؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ"۔یعنی نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم نظر بد سے جھاڑ پھونک کرائیں۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دور جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے، پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا:تم اپنے جھاڑ پھونک مجھ کو بتاؤ،جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں، جب تک کہ اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے جسم میں درد کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: اپنا ہاتھ اس مقام پر رکھو جہاں درد ہوتا ہے اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار یہ دعا پڑھو:

"أَعُوذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ" میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے میں خوف کھاتا ہوں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار پڑتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے، اور جب آپ کی بیماری شدید ہوگئی تو میں پڑھ کر آپ کے ہاتھ پر دم کرتی اور اسے آپ کے جسم پر پھیرتی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت حاصل ہو۔

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى جَوَازِ الرُّقَى عِنْدَ اجْتِمَاعِ ثَلَاثَةِ شُرُوطٍ:

(۱) أَنْ تَكُونَ بِكَلَامِ اللهِ تَعَالَى أَوْ بِأَسْمَائِهِ وَصِفَاتِهِ.

(۲) وَبِاللِّسَانِ الْعَرَبِيِّ أَوْ مَا يُعْرَفُ مَعْنَاهُ.

(۳) أَنْ يُعْتَقَدَ أَنَّ الرُّقْيَةَ لَا تُؤَثِّرُ بِذَاتِهَا بَلْ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى."

یعنی علماء کا تین شروط کے ساتھ جھاڑ پھونک کے جواز پر اجماع ہے:

(۱) قرآنی آیات یا اللہ کے اسماء وصفات سے کیا جائے۔

(۲) عربی زبان میں ہو، یا ایسے کلمات ہوں جن کا مفہوم معلوم ومعروف ہو۔

(۳) یہ عقیدہ ہو کہ جھاڑ پھونک فی نفسہ مؤثر نہیں، بلکہ تاثیر پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے، اور جو اللہ نے مقدر کیا ہے وہی ہوگا۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس کو عربی زبان معلوم نہ ہو اس کے لئے عجمی زبان میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے، جب اس میں کفریہ کلمات نہ ہوں، رہا غیر عربی زبان کو شعار بنالینا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دین اسلام میں سے نہیں ہے۔

ان شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے جھاڑ پھونک کرنا مشروع ہے، اور جھاڑ پھونک میں دعاؤں کو پڑھ کر ہتھیلیوں میں پھونکنا اور انھیں جسم پر پھیرنا یا مریض پر دم کرنا احادیث سے ثابت ہے، مگر کاغذ وغیرہ پر لکھ کر تعویذ بنانا اور اسے بازو یا گلے میں لٹکانا احادیث سے ثابت نہیں۔

ایک روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نیند میں ڈرے اسے یہ دعا پڑھنا چاہئے:

"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينَ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ"

اس کی وجہ سے اسے کوئی ضرر نہیں پہونچے گا، بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے بالغ بچوں کو یہ دعا سکھاتے تھے اور نابالغ بچوں کو کسی ٹکڑے پر لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیا کرتے تھے۔

مگر اس حدیث کا مرفوع حصہ، جس میں دعا پڑھنے کی تلقین ہے ثابت ہے اور درجہ حسن تک پہونچتا ہے، لیکن موقوف حصہ جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا عمل ذکر کیا گیا ہے وہ ثابت نہیں، بلکہ ضعیف ہے، اس کی سند میں ایک مدلس راوی ہے اور مدلس راوی کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا اس سے تعویذ کے جواز پر استدلال صحیح نہیں۔

علاوہ ازیں روایت کے الفاظ ہیں:

"وكان يحفظه أولاده الكبار، ويكتبه في ألواح ويعلقه في عنق الصغار"

اسے اپنے بڑے بچوں کو یاد کرا دیتے اور چھوٹے بچوں کے گلے میں تختیوں میں لکھ کر لٹکا دیتے۔

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تختیوں میں لکھ کر یاد کرنے کے لئے ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے، نہ کہ وہ تعویذ ہوتی تھی، اس واسطے کہ تعویذ عموماً اوراق میں لکھی جاتی ہے نہ کہ تختیوں میں، اور ایسا اس لئے کرتے تھے کہ بڑوں کو تو دو چار بار زبان سے تلقین کرنے سے ہی سے دعا یاد ہو جاتی تھی مگر چھوٹے بچوں کو یاد کرانے کے لئے تختیوں پر لکھ کر پڑھانا اور رٹانا پڑتا تھا۔ واللہ اعلم۔

بہر حال یہ احتمال قوی طور سے موجود ہے، واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

پھر یہ عمل درج ذیل ارشادات نبویہ کے خلاف بھی ہے، اور صحابی کا کوئی قول یا فعل ارشاد نبوی کے خلاف ہو تو وہ حجت نہیں، وہ احادیث جن میں تعویذ گنڈے لٹکانے کی ممانعت ہے یہ ہیں:

(۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ" (رواه أحمد والحاكم وصححه، ووافقه الذهبي)

جو تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جو کوڑی لٹکائے اللہ اس کو سکون نصیب نہ کرے۔

ایک روایت میں ہے:

"مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ" (رواه أحمد، وصححه الألباني)

جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ"

جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈا شرک ہے۔

اس حدیث میں اگر چہ جھاڑ پھونک کو مطلقاً شرک کہا گیا ہے مگر آیات قرآنی، ادعیہ ماثورہ، غیر شرکیہ کلمات اور ذکرو اذکار سے جھاڑ پھونک کے جواز میں مذکورہ بالا دلیلوں کی روشنی میں یہاں ممنوع جھاڑ پھونک سے مراد کفریہ وشرکیہ یا غیر واضح و مبہم کلمات سے جھاڑ پھونک کرنا لیا جائے گا۔

(۳) حضرت ابوبشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے آپ نے ایک شخص کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ:

"الَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ" (متفق علیہ)

کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا پٹہ یا اور کسی چیز کا پٹہ نہ رہنے دیا جائے بلکہ سب کو کاٹ دیا جائے۔

(۴) حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يَا رُوَيْفِعُ، لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيءٌ مِنْهُ"

اے رویفع شاید تمہاری عمر دراز ہو تو تم لوگوں کو یہ خبر کر دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگاتے ہیں یا تانت لٹکاتے ہیں یا لید یا ہڈی سے استنجاء کرتے ہیں ان سے محمد (ﷺ) بری ہیں۔

ان احادیث سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ تعویذ و گنڈے، تانت، کوڑی اور گھونگھے وغیرہ لٹکانا درست نہیں، اور یہ حدیث عام ہے، ہر طرح کی تعویذ و گنڈے کو شامل ہے، خواہ وہ قرآنی آیات یا ادعیۃ ماثورہ پر مشتمل ہوں یا دوسرے کلمات پر، خواہ ان کی گرہوں پر قرآنی آیات پڑھ کر پھونکا گیا ہو یا غیر قرآنی۔

عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عکیم، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، اور دیگر بہت سے اسلاف کا یہی مذہب ہے، اور یہی قابل اختیار اور راجح ہے، اس لئے کہ تعویذ لٹکانے کی ممانعت عام ہے، اور کسی قسم کی تعویذ کی تخصیص ثابت نہیں، اگر قرآنی آیات اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل تعویذ جائز ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس کی تخصیص ضرور فرماتے، جیسا کہ جھاڑ پھونک کے سلسلہ میں آپ نے تخصیص فرمائی ہے۔

بعض لوگوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے نام پر قرآن کی ہر سورت کا من گھڑت نقشہ بنایا ہے اور اس کے فوائد و برکات وضع کئے ہیں، مگر آپ پورا ذخیرۂ حدیث چھان ڈالئے کہیں بھی آپ کو تعویذ کا کوئی نقشہ نہیں ملے گا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مسلمانوں کا بلکہ پوری انسانیت کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

"إِنَّ قَوْمًا يَحْسِبُونَ أَبَا جَادٍ، وَيَنْظُرُونَ فِي النُّجُومِ، وَلَا أَرَى لِمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ مِنْ خَلَاقٍ" (رواه عبد الرزاق والبيهقي، وسنده صحيح)

یعنی کچھ لوگ ابجد کا حساب لگاتے ہیں اور علم نجوم پر عمل کرتے ہیں، میرے نزدیک جو ایسا کرے اس کے لئے خیر میں کوئی حصہ نہیں۔

علاوہ ازیں خلفائے راشدین کے عمل سے بھی اس کا ثبوت نہیں، بلفظ دیگر یہ ان کے طریقے کے بھی مخالف ہے، جب کہ ہمارے لئے حکم نبوی ہے:

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (رواه أحمد وابو داؤد والترمذى وابن ماجه وقال الألباني: صحيح)

تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے

کولازم پکڑلو،اس پر جمے رہواور مضبوطی کے ساتھ اپنے دانتوں سے اسے تھام لو، اور اپنے آپ کو (دین میں) نئی باتوں سے بچاؤ، کیونکہ ہرنئی بات بدعت ہے،اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز اس سے شرکیہ تعویذوں کا بھی دروازہ کھلتا ہے،جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج کل تقریباً ۹۹ فیصد تعویذیں شرکیہ کلمات، طلسمات،الٹی سیدھی لکیروں،نمبرات،مبہم کلمات وحروف اور جن وشیاطین وغیرہم سے استمداد پر مشتمل ہوتی ہیں،اور فقہ اسلامی کا قاعدہ ہے:"مَاأَدَّیٰ إِلَی الْحَرَامِ فَهُوَ حَرَامٌ" جوحرام کا سبب بنے وہ بھی حرام ہے۔

علاوہ ازیں عام طور سے تعویذ لٹکانے والوں کی توجہ اللہ سے ہٹ کر تعویذ کی طرف ہوجاتی ہے، چنانچہ جب تک تعویذ رہتی ہے سمجھتے ہیں کہ وہ ہر بلا سے محفوظ ہیں اور جیسے تعویذ ٹوٹتی ہے آفتوں اور بلاؤں سے ڈرنے لگتے ہیں،اس طرح ان کا اللہ پر اعتماد اور قضاء وقدر پر ایمان ختم ہوجاتا ہے اور شرک کی وادی میں بھٹکنے لگتے ہیں۔

بہت سے لوگ تعویذ گنڈے پر اعتماد کرکے ایسی بیماریوں میں بھی ڈاکٹروں سے رجوع نہیں کرتے جن کا علاج دواؤں میں ہے، بہت سے لوگ مسنون ادعیہ واذکار کو چھوڑ کر تعویذ وگنڈے پر کلی اعتماد کرلیتے ہیں، اس طرح دواؤں اور جائز جھاڑ پھونک کے ذریعے علاج کا جو حکم ہے اس کے تارک ہوتے ہیں اور خسارہ اٹھاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ میرے علم میں تعویذ گنڈے کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں،خواہ قرآنی آیات پر مشتمل ہوں یا اور کسی دعا پر، اس واسطے ان کے بنانے اور استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہئے البتہ مذکورہ بالا شروط کا لحاظ کرکے جھاڑ پھونک کرسکتے ہیں۔

(نعمۃ المنان مجموع فتاویٰ فضیلۃ الدکتور فضل الرحمٰن: جلد اول،صفحہ:۲۰۷۔۲۱۴)

صلاۃ التسبیح کا ثبوت

سوال: صلاۃ التسبیح کا ادا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: صلاۃ التسبیح والی حدیث کی روایت امام ابوداؤد (۱/ ۴۹۹(۱۲۹۹)،کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ التسبیح)ابن ماجہ (۱/ ۴۴۳(۱۳۸۷)، کتاب إقامۃ الصلاۃ،باب ماجاء في صلاۃ التسبیح)،ابن خزیمۃ فی صحیحہ(۲/ ۲۲۳(۱۲۱۶)کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ التسبیح)، حاکم فی المستدرک (۱/ ۳۱۸، ۳۲۰(۱۱۹۲)کتاب صلاۃ التطوع) بیہقی فی السنن (۳/ ۵۱۔۵۲(۵۱۱۳)،کتاب الصلاۃ، باب ماجاء في صلاۃ التسبیح) وفی الدعوات الکبیر (۲/ ۲۲(۴۴۵)باب صلاۃ التسبیح) اور بخاری فی جزء القرأۃ (جزء:ص:۵۷) نے کی ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ یہ حدیث فضل بن عباس،عبداللہ بن عمرو،علی بن ابی طالب،جعفر بن ابی طالب،ام سلمہ اور ابورافع رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

اس حدیث کے ضعف وصحت کے تعلق سے علماء کے دو قول ہیں:

(۱) علماء کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے،جس میں عقیلی،ابن العربی ، امام نووی (فی شرح المہذب)،ابن تیمیہ،ابن الہادی،مزی اور حافظ ابن حجر (فی التلخیص) ہیں، اور ابن الجوزی نے تو اس کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت میں ایک راوی موسیٰ بن عبد العزیز مجہول ہے۔

(۲) اور علماء کی دوسری جماعت نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، ان میں ابوبکر آجری،ابومحمد عبد الرحیم مصری،امام ابوداؤد،امام مسلم،حافظ صلاح الدین العلائی،خطیب،زرکشی،ابن الصلاح،

سراج الدین بلقینی، ابن مندہ، حاکم، منذری، بیہقی، ابو موسیٰ المدینی، ابوسعد السمعانی، سبکی، بیہقی اور دارقطنی ہیں، حافظ ابن حجر نے بھی "الخصال المکفرۃ" اور "امالی الاذکار" میں اور نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور علامہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ مسند الفردوس میں فرماتے ہیں:

"صلاۃ التسبیح اشهر الصلوات و اصحها اسنادا"

یعنی صلاۃ التسبیح تمام (نفلی) نمازوں میں سب سے زیادہ مشہور اور سنداً سب سے زیادہ صحیح ہے۔

اور بہت سارے حفاظ نے ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات میں اس کو ذکر کرنے کی وجہ سے سخت تردید کی ہے، کیونکہ امام نسائی اور ابن معین نے موسیٰ بن عبدالعزیز کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ يُصَلِّيهَا وَتَدَاوَلَهَا الصَّالِحُونَ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ" (عون المعبود شرح سنن ابي داؤد: ۱۷۷/۴)

یعنی عبداللہ بن مبارک اس کو (یعنی صلاۃ التسبیح) پڑھتے تھے اور صالحین اس کو ایک دوسرے سے لیتے رہے ہیں۔

نیز فضل بن عباس، عبداللہ بن عمرو، ابن عمر، علی بن ابی طالب، جعفر بن ابی طالب، ام سلمہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہم وغیرہ کی روایتوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اسی واسطے علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والحق عندي أن حديث ابن عباس ليس بضعيف فضلاً عن أن يكون موضوعاً أو كذباً، بل هو حسن لا شك في ذالك عندي، فسنده لا ينحط عن درجة الحسن، بل لا يبعد أن يقال إنه صحيح لغيره لما ورد من شواهده، وبعضها لا بأس بإسناده" (مرعاة المفاتيح: ۳۷۴/۴)

یعنی میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ضعیف نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ موضوع یا کذب ہو، بلکہ اس کے حسن ہونے میں میرے نزدیک کوئی شک نہیں، کیونکہ اس کی سند حسن کے درجہ سے کم نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ کہنا بعید نہیں کہ وہ صحیح لغیرہ ہے، اس وجہ سے کہ اس کے بہت سارے شواہد ہیں اور ان میں سے بعض کی سندوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ مشکاۃ المصابیح کے حاشیہ (۴۱۹/۱) میں لکھتے ہیں:

"واشار الحاكم (۳۰۸/۱) ثم الذهبي الى تقويته، وهو حق فإن للحديث طرقاً وشواهد كثيرة يقطع الواقف عليها بأن للحديث اصلاً اصيلاً، خلافا لمن حكم عليه بالوضع، أو قال: انه باطل"

یعنی حاکم اور ذہبی نے اس کی تقویت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی حق ہے، کیونکہ اس حدیث کے بہت سارے طرق اور شواہد ہیں جن کو جاننے والا قطعی طور سے کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے لئے اصل اصیل ہے برخلاف اس شخص کے جو اس پر وضع کا حکم لگاتا ہے یا کہتا ہے کہ وہ باطل ہے۔

میرے نزدیک دوسرا قول راجح ہے، یہ حدیث قابل عمل ہے، جو چاہے یہ نماز ادا کرسکتا ہے۔

(نعمۃ المنان مجموع فتاویٰ فضیلۃ الدکتور فضل الرحمٰن: جلد دوم، صفحہ: ۲۹۱ـ۲۹۳)

Online Hisnul Muslim Dua Quiz 2018



1st Prize 10,000/-	2nd Prize 7,000/-
3rd Prize 5,000/-	4th Prize 4,000/-
5th Prize 3,000/-	6th Prize 2,000/-
7th Prize 1,000/-	With Certificate

Yeh Musabaqa Dua Ki Mukhtasar Kitaab Hisnul Muslim Taleef Shaikh Sa'eed Al Qahtaani, Tarjama Shaikh Salahuddin Yusuf, Tahqeeq wo Takhreej Shaikh Kifayatullah Sanabili Par Mushtamil Hoga.

Last Date Of Submission :- 31/08/2018

Exam Time :- 02:15pm To 03:00pm

Online Exam Date :- 07/10/18

Result Date :- 21/10/18

IIC MUMBAI MOBILE APP

iic mumbai

SEARCH AND DOWNLOAD



Online Quiz Me Shamil Hone Ke Liye Sabse Pehle IIC Mumbai Ki Mobile App Download Karen... Phir Quiz Menu Mein Jaakar Apply Karen.

For More Information Call : 9595539469, 8291063785

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

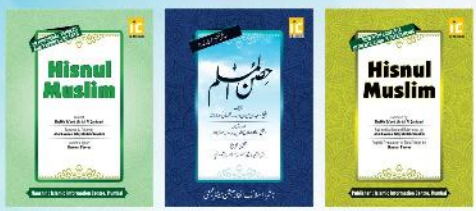
KURLA : 6-Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-70
ANDHERI : Andheri Bakery Compound, Next to Jumbo King, Andheri Stn.Jama Masjid, Andheri (W), Mumbai-58

IslamicInformationcentre | mumbaiiic | mumbaiIic | www.islamsmessage.com | Iic Mumbai Mobile App | iic mumbai

Total Pages 52

DATE OF PUBLICATION: 1ST OF EVERY MONTH
RNI NO. : MAHURD/2011/49422/ POSTED ON 4TH AND 5TH OF EVERY PREVIOUS MONTH

اسلامک انفارمیشن سینٹر کا سالانہ تحریری انعامی مسابقہ بعنوان



دعا کوئز

یہ مسابقہ دعا کی مختصر اور مقبول کتاب "حصن المسلم" تالیف الشیخ سعید بن علی بن وہب القحطانی رحفظہ اللہ
مترجم شیخ صلاح الدین یوسف رحفظہ اللہ، تحقیق وتخریج شیخ کفایت اللہ سنابلی رحفظہ اللہ پر مشتمل ہوگا۔

ان شاء اللہ تحریری امتحان ۷ر اکتوبر ۲۰۱۸ء، مطابق ۲۷ر محرم ۱۴۴۰ھ بعد نماز ظہر ۲:۱۵ر بجے سے ۳ر بجے تک ہوگا۔

پہلا انعام:

+ ٹرافی
گروپ (الف+ب)

دوسرا انعام:

+ ٹرافی
گروپ (الف+ب)

تیسرا انعام:

+ ٹرافی
گروپ (الف+ب)

چوتھا انعام:

+ ٹرافی
گروپ (الف+ب)

پانچواں انعام:

سو افراد کو خصوصی انعام:

پچاس (۵۰) گروپ الف۔

پچاس (۵۰) گروپ ب۔

(ٹوٹل: ۱۰۰)

اصول وضوابط:

۱۔ مسابقہ دو گروپ پر مشتمل ہوگا۔ گروپ (الف)، گروپ (ب)

۲۔ گروپ (الف) میں صرف چودہ (۱۴) سال تک کے بچے بچیاں حصہ لے سکتے ہیں۔

۳۔ گروپ (ب) میں چودہ سال سے اوپر کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔

۴۔ اس مسابقہ میں عالم وفاضل اور عالمہ وفاضلہ شریک نہیں ہوسکتے ہیں۔

۵۔ جنس کی کوئی قید نہیں ہے۔ مرد وخواتین، بچے بچیاں سبھی شریک ہوسکتے ہیں۔

۶۔ دعائی کتاب اردو، انگلش اور رومن اردو میں دستیاب ہوگی۔

۷۔ پورے ممبئی میں سولہ (۱۶) امتحان سینٹر قائم کئے گئے ہیں۔

۸۔ ہر علاقے کے لوگ اپنے قریبی امتحان سینٹر سے کتاب ودا خلہ فارم حاصل کرلیں

۹۔ برابر نمبر لانے والے شرکاء کے درمیان پوزیشن کے لئے قرعہ اندازی کی جائے گی۔

۱۰۔ تقسیم انعامات کے وقت پوزیشن لانے والے شرکاء کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ تقسیم انعامات کے وقت خواتین اپنے سرپرست کے ساتھ شریک ہوں۔

۱۲۔ ہر کامیاب مسابقہ کا مقررہ وقت پر پہنچنا ضروری ہے۔ تاخیر کی صورت میں امتحان سے محروم ہوں گے۔

۱۳۔ تمام سوالات کے جوابات منتخب شدہ کتاب سے ہی مطلوب ہوں گے۔

۱۴۔ حصن المسلم کی تمام دعاؤں کا صرف عربی متن یاد کرنا ہے ترجمہ مطلوب نہیں ہے۔

امتحان سینٹرز

۱۔ اسلامک انفارمیشن سینٹر (IIC) کرلا۔ 9595539469 / 022-26500400

۲۔ مسجد ومدرسہ مفید دارالعلوم وڈالا اٹوپ ہل۔ 8655015620 / 7303034658

۳۔ مسجد محمدیہ ڈمپنگ روڈ گوونڈی۔ 7408765957

۴۔ مسجد ومدرسہ اشاعت التوحید وسنت گرو، امبرناتھ ویسٹ۔ 9224764668 / 7275961957

۵۔ جامع مسجد اہل حدیث مرول۔ 9960813530 / 9833234310

۶۔ مسجد ومدرسہ دارالہدیٰ (ساکیلی ویہار) ایسٹ۔ 9699788642 / 9167051183

۷۔ اسلامک انفارمیشن سینٹر (IIC) اندھیری۔ 8080801882 / 022-64269999

۸۔ مسجد اہل حدیث خیرانی روڈ سائی ناکہ۔ 9930616483 / 7900036881

۹۔ مسجد اقصیٰ پیچ کمپنی۔ 9769063844 / 9919080371

۱۰۔ مسجد دارالتقویٰ عبدالحمید روڈ بھیونڈی۔ 9011387785

۱۱۔ الفرقان اسلامک انگلش اسکول ۸، نمبر مہاڈا مالونی ویسٹ۔ 9619365394

۱۲۔ مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی۔ 9821890510 / 9702197148

۱۳۔ مدرسہ تعلیم القرآن اشٹگ گرگھمات کوپر۔ 7208653826

۱۴۔ مسجد جمعیہ ممبرا۔ 8767331495

۱۵۔ مسجد ومدرسہ محمدی جلیل کپاڈیا دھلاوی۔ 9930712430 / 8369037921

۱۶۔ مسجد ومدرسہ اصلاح العلوم گوونڈی نگر کلاوہ پل ویسٹ۔ 9022505656

☆ رجسٹریشن کی آخری تاریخ ۳ر اگست ۲۰۱۸ء بروز جمعہ ہے۔

☆ امتحان کی تاریخ ۷ر اکتوبر ۲۰۱۸ء، بعد نماز ظہر ۲:۱۵ر بجے سے ۳ر بجے تک ہے۔

☆ نتائج کا اعلان اور تقسیم انعامات پروگرام ۲۱ر اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز اتوار مطابق ۱۱ر صفر ۱۴۴۰ھ بعد نماز عصر تا عشاء جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں ہوگا۔

مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں:
9595539469/ 8291063785

If Undelivered Please Return To
Ahl us Sunnah
Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26500400 / 64269999

To,

Book Post